Globethics Repository

Globethics

Al-Hukmu al-Shar'I 1 (Sharia Law Part 1)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Minhajul Quran Press
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-07-14 23:58:38
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/184034

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب : **اَلْحُكْمُ الشَّرْعِی**

خطبات : **شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری**

تحقیق و تدوین : محمد ممتاز الحسن باروی (منہاجین)

معاون : شبیر احمد جامی (منہاجین)

معاونِ تخریج : محمد ضیاء الحق رازی، حافظ محمد عمر (منہاجینز)

زیرِ اِہتمام : فریدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk

مطبع : منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور

اِشاعتِ اَوّل : اپریل 2004ء (1,100)

اِشاعتِ دُوُم : جون 2006ء

تعداد : 1,100

قیمت عام کاغذ : -/150 روپے

ISBN 969-32-0429-8

www.MinhajBooks.com

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو / وڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اَلْحُکْمُ الشَّرْعِی
خطبات	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	محمد ممتاز الحسن باروی (منہاجین)
معاون	:	شبیر احمد جامی (منہاجین)
معاونِ تخریج	:	محمد ضیاء الحق رازی، حافظ محمد عمر (منہاجینز)
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	اپریل 2004ء (1,100)
اِشاعتِ دُوم		جون 2006ء
تعداد	:	1,100
قیمت VRG	:	-/210 روپے

ISBN 969-32-0429-8

www.MinhajBooks.com

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو / وڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz

الحکم الشرعی

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تحقیق وتدوین

محمد ممتاز الحسن باروی (منہاجین)

www.MinhajBooks.com

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاھِیْ فَلَا اَحَدٌ

اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَا مِنْہُ وَ لَا نَعَمِ

﴿صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ أَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-۱-۴/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل و ایم ۴/ ۹۷۰-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔ا/ اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/ ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

www.MinhajBooks.com

فہرس

مشتملات	صفحہ
ابتدائیہ	۲۵
حصہ اوّل	
مغربی تصورِ قانون	۲۹
باب اوّل	
مغربی مفکرین کے نزدیک قانون کی تعریف	۳۱
تصورات کا اختلاف	۴۰
حصہ دوم	
اسلامی تصورِ قانون	۴۷
اسلامی قانون کے عناصر ترکیبی	۵۰
باب اوّل	
حاکم (Law Giver)	۵۱
اسلام کا تصورِ حاکمیت	۵۳
حقیقی حاکمیت پر دلائل	۵۵
نیابتی حاکمیت پر دلائل	۵۷
ا۔ تشریحی حاکمیت	۵۹

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ
تشریحی حاکمیت کی صورتیں	۵۹
i- تخصیص العام	۵۹
ii- تقیید المطلق	۵۹
iii- بیان المجمل	۶۰
iv- استثنی	۶۰
v- الزیادہ	۶۰
vi- توضیح المشکل	۶۰
۲۔ تشریعی حاکمیت	۶۰
تشریعی حاکمیت کی صورتیں	۸۴
i- تشریع جنائی	۸۴
ii- تشریع سبب	۸۶
iii- تشریع کفارہ	۸۷
iv- تشریع امر	۸۹
v- تشریع نہی	۹۰
vi- تشریع شہادت	۹۰
vii- تشریع استثناء	۹۱
خلفاء راشدین کا طرز عمل	۹۵
۱۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ	۹۶
۲۔ حضرت عمر ؓ	۹۹
۳۔ حضرت عثمان ؓ	۱۰۳
۴۔ حضرت علی ؓ	۱۰۳
ائمہ اربعہ کا طرز عمل	۱۰۵

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

صفحہ	مشتملات
۱۰۵	۱۔ امام ابوحنیفہؒ
۱۰۷	۲۔ امام مالکؒ
۱۰۸	۳۔ امام شافعیؒ
۱۰۸	۴۔ امام احمد بن حنبلؒ
۱۱۰	خلافت الٰہیہ اور خلافت نبویہ میں فرق
۱۱۳	خلافت (امارت)
	باب دوم
۱۱۹	حکم (Legal Value)
۱۲۱	حکم کی تعریف
۱۲۲	حکم کی اقسام
۱۲۲	۱۔ حکم تکلیفی
۱۲۲	لغوی تعریف
۱۲۳	اصطلاحی تعریف
۱۲۴	۲۔ حکم وضعی
۱۲۵	حکم تکلیفی اور حکم وضعی کا موازنہ
۱۲۸	حکم تکلیفی کی اقسام
۱۲۹	مدارج احکام کی تقسیم
۱۳۳	ادلہ سمعیہ
۱۳۴	(i) قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ
۱۳۸	(ii) قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ
۱۴۰	(iii) ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ
۱۴۴	(iv) ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ

www.MinhajBooks.com

صفحہ	مشتملات
۱۴۴	طلب کی اقسام
۱۴۴	i- طلب جازم
۱۴۵	ii- طلب تاکید
۱۴۵	iii- طلب ترغیب
۱۴۷	۱۔ فرض کا بیان
۱۴۷	لغوی تعریف
۱۴۸	اصطلاحی تعریف
۱۵۰	فرض کا حکم
۱۵۳	۲۔ واجب کا بیان
۱۵۳	لغوی تعریف
۱۵۳	اصطلاحی تعریف
۱۵۳	عند الاحناف
۱۵۳	عند غیر الاحناف
۱۵۴	واجب کی مثالیں
۱۵۷	فرض اور واجب میں فرق
۱۵۸	فرض اور واجب کے ثابت ہونے کے ذرائع
۱۶۲	فرض اور واجب کی تقسیمات
۱۶۲	تقسیم اول (ادائیگی وقت کے اعتبار سے)
۱۶۳	وجوب مطلق
۱۶۵	وجوب مقید
۱۶۵	وجوب مقید کی اقسام
۱۶۶	۱۔ وجوب موسع

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ
۲۔ وجوب مضیق	۱۶۷
۳۔ وجوب ذو شبھین	۱۶۸
تقسیم ثانی (تعین مقدار کے اعتبار سے)	۱۶۸
وجوب محدد	۱۶۹
وجوب غیر محدد	۱۶۹
تقسیم ثالث (تکلیف کے اعتبار سے)	۱۷۰
وجوب عینی	۱۷۰
وجوب کفائی	۱۷۱
تقسیم رابع (تعین فعل کے اعتبار سے)	۱۷۳
وجوب معین	۱۷۴
وجوب مخیّر	۱۷۴
سنت کا بیان	۱۷۶
لغوی تعریف	۱۷۶
اصطلاحی تعریف	۱۷۷
سنت کا حکم	۱۷۹
سنت کی اقسام	۱۸۲
تقسیم اول (باعتبار تاکید)	۱۸۲
۳۔ سنت موکدہ (ھدیٰ) کا بیان	۱۸۲
سنت موکدہ کا حکم	۱۸۴
۴۔ سنت غیر موکدہ (زائدہ) کا بیان	۱۸۶
سنت غیر موکدہ کا حکم	۱۸۷
تقسیم ثانی (باعتبار تکلیف)	۱۸۷

صفحہ	مشتملات

مشتملات	صفحہ
سنت عین	۱۸۷
سنت کفایہ	۱۸۸
۵۔ مستحب/مندوب کا بیان	۱۸۹
لغوی تعریف	۱۸۹
اصطلاحی تعریف	۱۸۹
مستحب کا حکم	۱۹۰
مندوب کی خصوصیات	۱۹۲
مستحب یا مندوب کے ثبوت کے ذرائع	۱۹۲
۶۔ حرام کا بیان	۱۹۴
لغوی تعریف	۱۹۴
اصطلاحی تعریفات	۱۹۴
احناف اور غیر احناف فقہا کی تعریف میں فرق	۱۹۵
حرام کے مترادفات	۱۹۵
حرام کا حکم	۱۹۷
حرام کی اقسام	۱۹۷
حرام لذاتہ	۱۹۸
حرام لغیرہ	۱۹۹
حرام کے ثبوت کے ذرائع	۲۰۱
مکروہ کا بیان	۲۰۴
لغوی تعریف	۲۰۴
اصطلاحی تعریف	۲۰۵
مکروہ کی اقسام	۲۰۵

www.MinhajBooks.com

صفحہ	مشتملات

۷۔مکروہ تحریمی	۲۰۶
مکروہ تحریمی کی تعریف	۲۰۶
مکروہ تحریمی کی مثالیں	۲۰۶
مکروہ تحریمی کا حکم	۲۰۹
مکروہ تحریمی کے ثبوت کے ذرائع	۲۰۹
۸۔اساءت کا بیان	۲۰۹
لغوی تعریف	۲۰۹
اصطلاحی تعریف	۲۱۰
اساءت کا حکم	۲۱۰
۹۔مکروہ تنزیہی	۲۱۰
اصطلاحی تعریف	۲۱۰
مکروہ تنزیہی کا حکم	۲۱۱
مکروہ تنزیہی کے ثبوت کے ذرائع	۲۱۱
۱۰۔خلاف اولیٰ	۲۱۳
اصطلاحی تعریف	۲۱۳
خلاف اولیٰ کا حکم	۲۱۳
۱۱۔مباح کا بیان	۲۱۴
لغوی تعریف	۲۱۴
اصطلاحی تعریف	۲۱۴
مباح کا حکم	۲۱۵
مباح کے ثبوت کے ذرائع	۲۱۵
باب سوم	

مشتملات	صفحہ

اشیاء وافعال کی اباحت اصلیہ

مشتملات	صفحہ
اشیاء وافعال کی اباحت اصلیہ	۲۱۹
غیر منصوص اشیاء کی اصل کا حکم	۲۲۱
i- اصلاً تمام اشیاء مباح ہیں	۲۲۱
ii- اصلاً تمام اشیاء حرام ہیں	۲۲۲
iii- اصلاً تمام اشیاء میں توقف ہے	۲۲۲
iv- اشیاء نافعہ میں اباحت ہے اور اشیاء ضارہ میں حرمت ہے	۲۲۳
قول راجح	۲۲۳
دلائل	۲۲۳
اسلام آسان دین ہے	۲۲۴
تصریح محرمات کا قرآنی فلسفہ	۲۳۰
بحث کا ماحصل	۲۳۳
اباحت اصلی کے قرآنی دلائل	۲۳۴
احادیث مبارکہ سے اباحت اصلی کے دلائل	۲۴۳
باب چہارم	
حکم وضعی (Declaratory Law)	۲۴۷
لغوی تعریف	۲۴۹
اصطلاحی تعریف	۲۴۹
حکم وضعی کی اقسام	۲۵۰
ا۔ سبب کا بیان	۲۵۱
لغوی تعریف	۲۵۱
اصطلاحی تعریف	۲۵۳

مشتملات	صفحہ
عندا الاحناف	۲۵۳
عند غیر الاحناف	۲۵۳
سبب کی اقسام	۲۵۴
عندالاحناف	۲۵۴
سبب حقیقی	۲۵۵
سبب مجازی	۲۵۵
سبب بمعنی العلۃ	۲۵۶
سبب مع شبہ العلۃ	۲۵۶
عند غیر الاحناف	۲۵۷
سبب مناسب للحکم	۲۵۷
سبب غیر مناسب للحکم	۲۵۸
سبب کا حکم	۲۵۹
۲۔ علت کا بیان	۲۶۰
لغوی تعریف	۲۶۰
اصطلاحی تعریف	۲۶۱
سبب اور علت کا باہمی تعلق	۲۶۳
عند غیر الاحناف	۲۶۳
عندالاحناف	۲۶۵
۳۔ شرط کا بیان	۲۶۶
لغوی تعریف	۲۶۶
اصطلاحی تعریف	۲۶۶
عند غیر الاحناف	۲۶۶

www.MinhajBooks.com

صفحہ	مشتملات
۲۶۷	عند الاحناف
۲۶۷	شرط کی اقسام
۲۶۷	عند غیر الاحناف
۲۶۷	پہلی تقسیم
۲۶۷	i۔ شرط حکم
۲۶۸	ii۔شرط سبب
۲۶۸	دوسری تقسیم
۲۶۸	i۔ شرط شرعی
۲۶۸	ii۔شرط جعلی
۲۶۹	عند الاحناف
۲۶۹	i۔شرط محض
۲۶۹	ii۔شرط فی حکم العلۃ
۲۶۹	iii۔شرط فی شبھۃ العلۃ
۲۶۹	iv۔شرط فی معنی السبب
۲۶۹	v۔شرط اسما لا حکما
۲۶۹	vi۔شرط بمعنی العلامۃ
۲۷۰	رکن کا بیان
۲۷۰	لغوی تعریف
۲۷۰	اصطلاحی تعریف
۲۷۱	رکن کا حکم
۲۷۱	سبب، رکن اور شرط کا آپس میں تعلق
۲۷۲	۴۔ مانع کا بیان

صفحہ	مشتملات

لغوی تعریف	۲۷۲
اصطلاحی تعریف	۲۷۳
مانع کی اقسام	۲۷۴
مانع الحکم	۲۷۴
مانع السبب	۲۷۵
مانع الحکم کی صورتیں	۲۷۵
مانع از ابتدا حکم	۲۷۵
مانع از اتمام حکم	۲۷۵
مانع از لزوم و دوام حکم	۲۷۵
مانع السبب کی صورتیں	۲۷۶
تحقق سبب کے مانع	۲۷۶
اتمام سبب کے مانع	۲۷۶
۵۔ صحیح کا بیان	۲۷۶
لغوی تعریف	۲۷۶
اصطلاحی تعریف	۲۷۷
غیر صحیح	۲۸۰
۶۔ فاسد و باطل کا بیان	۲۸۰
لغوی تعریف	۲۸۰
اصطلاحی تعریف	۲۸۱
۷۔ عزیمت و رخصت کا بیان	۲۸۳
لغوی تعریف	۲۸۳
اصطلاحی تعریف	۲۸۳

صفحہ	مشتملات

عند غیر الاحناف	۲۸۴
عندالاحناف	۲۸۵
عزیمت کی اقسام	۲۸۶
رخصت کا بیان	۲۸۶
لغوی تعریف	۲۸۶
اصطلاحی تعریف	۲۸۷
عند غیر الاحناف	۲۸۷
عندالاحناف	۲۸۸
رخصت کا حکم	۲۸۹
رخصت کی اقسام	۲۸۹
عند غیر الاحناف	۲۸۹
واجبة	۲۹۰
مندوبة	۲۹۰
مباحة	۲۹۰
خلاف اولیٰ	۲۹۰
عند الاحناف	۲۹۰
رخصت حقیقی	۲۹۰
رخصت مجازی	۲۹۰
رخصت کی مزید تقسیم	۲۹۴
رخصت ترفیہ	۲۹۴
رخصت اسقاط	۲۹۴
باب پنجم	

مشتملات	صفحہ
محکوم بہ/محکوم فیہ (Objective of Law)	۲۹۵
ا۔ افعال	۲۹۷
i- افعال ممتنع بالذات والعادۃ	۲۹۷
ii- افعال ممکن بالذات وممتنع بالعادۃ	۲۹۸
iii- افعال ممکن بالذات والعادۃ	۲۹۸
افعال ممکن بالذات والعادۃ کی تقسیمات	۲۹۹
ا۔ وجود و ہیئت کے اعتبار سے افعال کی تقسیم	۲۹۹
ا۔ افعال حسی	۲۹۹
(i) افعال الجوارح	۳۰۰
(ii) افعال القلوب	۳۰۰
۲۔ افعال شرعی	۳۰۱
ا۔ انشاء ات	۳۰۲
۲۔ اخبارات	۳۰۲
۳۔ اعتقادیات	۳۰۲
انشائیہ افعال کی اقسام	۳۰۲
(ب) شرعی وجوب کے اعتبار سے افعال کی تقسیم	۳۰۴
تقسیم اول	۳۰۴
فرض عین/سنت عین	۳۰۴
فرض کفایہ/ سنت کفایہ	۳۰۴
تقسیم ثانی	۳۰۵
ا۔ شرعی حکم سبب ہو	۳۰۵
۲۔ شرعی حکم سبب نہ ہو	۳۰۵

مشتملات	صفحہ
شرعی فعل کے اجزائے ترکیبی	۳۰۵
تقسیم ثالث	۳۰۶
(i) افعال صحیحہ	۳۰۶
(ii) افعال باطلہ	۳۰۷
(iii) افعال فاسدہ	۳۰۸
(ج) معاہدانہ نوعیت کے لحاظ سے تقسیم	۳۰۸
تقسیم اول	۳۰۸
۱۔ منعقد	۳۰۹
۲۔ نافذ	۳۰۹
۳۔ غیر منعقد	۳۰۹
۴۔ غیر نافذ	۳۰۹
تقسیم ثانی	۳۱۰
۱۔ لازم	۳۱۰
۲۔ غیر لازم	۳۱۰
۲۔ حقوق	۳۱۱
حقوق کی اقسام	۳۱۱
۱۔ حقوق اللہ	۳۱۱
(i) خالص عبادات	۳۱۲
(ii) عبادات مقارنہ	۳۱۲
(iii) عشر	۳۱۳
(iv) خراج	۳۱۳
(v) عقوبات کاملہ	۳۱۳

www.MinhajBooks.com

صفحہ	مشتملات
۳۱۴	(vi) عقوبات ناقصہ
۳۱۴	(vii) کفارات
۳۱۵	(viii) حق قائم لذاتہ
۳۱۵	(vix) حق قائم لغیرہ
۳۱۵	۲۔حقوق العباد
۳۱۶	۳۔ الجمع بین الحقین مع غلبۃ الاول
۳۱۷	۴۔الجمع بین الحقین مع غلبۃ الثانی
۳۱۹	۳۔فرائض و واجبات
۳۲۰	شرعی فرائض کی ادائیگی کی تین صورتیں
۳۲۰	ا۔ اداء
۳۲۱	۲۔قضاء
۳۲۱	۳۔ اعادۃ
	باب ششم
۳۲۳	محکوم علیہ (Subjects of Law)
۳۲۶	مکلّف
۳۲۶	تکلیف شرعی کے مقاصد
۳۲۷	تکلیف شرعی کی اساس
۳۲۸	تکلیف کے صحیح ہونے کی شرائط
۳۲۹	اہلیت کی لغوی تعریف
۳۳۰	اہلیت کی اصطلاحی تعریف
۳۳۰	شرعی اہلیت کے پہلو
۳۳۱	اہلیت کی اقسام

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ
اہلیت کاملہ کے اجزائے ترکیبی	۳۳۵
موثرات اہلیت/عوارض اہلیت	۳۳۶
عوارض کی اقسام	۳۳۶
۱۔عوارض سماوی	۳۳۶
۲۔عوارض ارضی	۳۳۶
عوارض سماوی کی اقسام	۳۳۷
۱۔صغرسنی یا بے عقلی	۳۳۸
۲۔ عدم بلوغ ۔طفولیت	۳۳۸
۳۔ پاگل پن	۳۳۹
۴۔احمقانہ پن	۳۴۰
۵۔دورۂ بیہوشی	۳۴۰
۶۔نسیان	۳۴۱
۷۔ نیند	۳۴۲
۸۔خطا/غلطی	۳۴۲
۹۔غیر رضامندانہ نشہ	۳۴۳
۱۰۔ بیماری	۳۴۳
۱۱۔حقائق سے بے خبری	۳۴۴
۱۲۔موت	۳۴۴
۱۳۔حیض	۳۴۵
۱۴۔نفاس	۳۴۵
عوارض ارضی کی اقسام	۳۴۵
۱۔ قانون سے لاعلمی	۳۴۶

www.MinhajBooks.com
منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

مشتملات	صفحہ
۲۔ رضا کانہ شراب نوشی	۳۴۷
۳۔ ہزل	۳۴۸
۴۔ سفر	۳۵۰
۵۔ اکراہ	۳۵۰
حصہ سوم	
تقابلی جائزہ (Comparative Study)	۳۵۵
۱۔ ماخذ	۳۵۷
۲۔ تشریح و توضیح	۳۵۸
۳۔ توثیق	۳۶۰
۴۔ ماھیت	۳۶۱
۵۔ اساسی اصول	۳۶۲
۶۔ اہتمام حفاظت	۳۶۴
۷۔ دائرہ کار	۳۶۵
۸۔ توازن و اعتدال	۳۶۷
۹۔ کمالیت و تمامیت	۳۶۸
۱۰۔ اصول ارتقاء	۳۶۹
۱۱۔ معیار صحت	۳۷۰
۱۲۔ باطنی اور اخلاقی تحریک	۳۷۲
مآخذ و مراجع	۳۷۳

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

ابتدائیہ

اصل موضوع کے با قاعدہ آغاز سے پہلے چند ضروری امور ذہن نشین کرنا ضروری ہیں۔ جدید مغربی اصطلاح میں جس اساسی ضابطے کو قانون (Law) کہا جاتا ہے اسے فقہ اسلامی کی اصطلاح میں (حکم) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس فن کو مغربی اصطلاح میں ''علم قانون'' Legal Science کہا جاتا ہے، اسے اسلامی اصطلاح میں ''علم الاحکام'' یا ''الفقہ'' (Al-Fiqh) کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعض علماء و مصنفین نے غلطی سے قانون (Law) کا ترجمہ عربی اصطلاح کے مطابق فقہ کیا ہے حالانکہ فقہ Fiqh خود حکم (Law) نہیں بلکہ ''احکام شریعہ کا علم'' (Science of Islamic Laws) ہے اسی طرح مغربی اصطلاح میں جس فن کو اصول قانون (Jurisprudence) کہتے ہیں۔ اسے فقہ اسلامی کی اصطلاح میں ''اصول فقہ'' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

بعض لوگوں نے غلطی سے اسلامی قانون اور شریعت کو عین یکدگر قرار دے دیا ہے حالانکہ شریعت ''کل'' ہے اور اسلامی قانون اس کا جزو۔ شریعت میں عقائد و نظریات، احکام و اعمال، تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کی تعلیمات جنہیں تصوف اور روحانیت کہتے ہیں سب کچھ شامل ہے مگر قانون حکم اور فقہ، شریعت کے صرف اس حصہ سے متعلق ہیں جو ''انسانی زندگی کے لئے ظاہری ضابطہ عمل'' مہیا کرتا ہے۔ اسے

عقائد و تصوف یا دیگر شرعی موضوعات سے کوئی سروکار نہیں حالانکہ وہ سب شریعت کے دامن میں موجود ہیں۔ اب رہ گیا لفظ قانون (Canon) تو یہ لفظ درحقیقت فقہ اسلامی کی اصل اصطلاح میں احکام شریعہ کے بجائے ان علمی اور غیر دینی ضوابط و قواعد پر استعمال ہوتا ہے جو قرآن و سنت یا اجماع قطعی سے ماخوذ نہیں ہوتے بلکہ انہیں ''اولی الامر'' کے تصورِ اختیار کے تحت معاشرے اور افراد کی عمومی بہبود کی خاطر ریاست یا اس کے دیگر قانون ساز ادارے تشکیل دیتے ہیں مثلاً ٹریفک کے قوانین، ملازمت کے قوانین، تعمیرات کے قوانین وغیرہ۔ اس لئے اسلامی اصطلاح میں حکم (Law) اور قانون (Canon) میں فرق کیا جاتا ہے جبکہ مغربی نظام قانون میں مذکورہ بالا ''تصورِ حکم'' سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ وہاں صرف ''قانون'' کا تصور ہے حالانکہ ہمارے ہاں ماخذ اور نوعیت کے لحاظ سے حکم اور قانون دونوں تصورات پائے جاتے ہیں۔ اس لئے عصر حاضر کے مسلم علماء نے تقابل اور سہولت کی خاطر مطلقاً قانون کی بجائے اسلامی قانون، کی اصطلاح استعمال کر کے اس کا دائرہ ''حکم اور قانون'' دونوں پر محیط کر دیا ہے اور یہ عرف عام میں ''فقہ'' کا بدل سمجھا جانے لگا ہے۔ بنا بریں جب ہم موضوع متذکرہ پر گفتگو کریں گے تو اسلامی فقہ کے تناظر میں ''قانون'' یا ''اسلامی قانون'' کا لفظ اس کے مخصوص اصطلاحی معنی کی بجائے وسیع اور متداول معنی میں استعمال کریں گے تاکہ قارئین کو کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

موضوع زیرنظر کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے ہم نے موضوع کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے:

۱۔ مغربی تصورِ قانون (Western Concept of Law)

۲۔ اسلامی تصورِ قانون (Islamic Concept of Law)

۳۔ اسلامی اور مغربی تصور قانون کا تقابلی جائزہ

(Comparative study of Islamic & Western Law)

چونکہ تیسرے حصہ موضوع کو سمجھنے کے لئے پہلے دو حصے سمجھنا نہایت ضروری ہیں جو موضوع کے مقدمات کا درجہ رکھتے ہیں اس لئے ہم آغاز ''مغربی تصورِ قانون'' سے کرتے ہیں۔

www.MinhajBooks.com

حصہ اول

مغربی تصورِ قانون

(Western Concept of Law)

www.MinhajBooks.com

باب اول

مغربی مفکرین کے نزدیک قانون کی تعریف

www.MinhajBooks.com

مغربی تصور قانون کی نوعیت اور ماہیت پر روشنی ڈالنے سے پہلے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ قانون کے بارے میں مغربی مفکرین کا عمومی نقطہ نظر معلوم کر لیا جائے۔

مغربی نظام قانون کے ماخذ اور مغربی اساطین کی علمی کاوشوں کے مطالعہ سے یہ بات بآسانی سمجھی جا سکتی ہے کہ ان کے ہاں ابھی تک یہ امر بھی متفقہ طور پر طے نہیں پا سکا کہ ''قانون کیا چیز ہے'' قانون کی تعریف کے سلسلے میں مغربی مفکرین میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے، ہر ایک نے قانون کی ایک الگ تعریف بیان کی ہے جو دوسری تعریفات سے مختلف ہے۔

۱۔ تیسری صدی عیسوی میں سینٹ تھامس (St. Thomas) کے اعلامیئے سے مغرب میں قانون کی تعریف کا تصور آغاز پذیر ہوا جس میں کہتا ہے:

"Law is an ordinance of reason for the common good promulgated by him who has care of the community."(1)

''عام بہبود کے لئے عقل پر مبنی اس ضابطے کو قانون کہتے ہیں جو عوام کی بہتری کے ذمہ دار شخص کی طرف نافذ کیا جاتا ہے۔''

۲۔ تھامس (Thomas) کے نقطہ نظر کا کیتھولک مکتب فکر پر گہرا اثر پایا جاتا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس مکتب فکر کی ایک حالیہ اشاعت میں اس نقطہ نظر کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس میں مذکور ہے کہ

"The laws is a regulation in accordance with reason promulgated by the head of community

for the sake of the common welfare."(1)

”قانون مفاد عامہ کے لئے سربراہ معاشرہ کی طرف سے نافذ کردہ وہ ضابطہ ہے جو معقولاتی میزان پر پورا اترتا ہو۔“

۳۔ مذکورہ بالا نقطہ نظر کی رو سے قانون کی صداقت کا مدار عقلی توجیہہ پر ہے لیکن یہ جنم سربراہ معاشرہ کے حکم سے لیتا ہے کسی اور کی رائے سے نہیں، اسی مین مزید یہ بیان کیا گیا ہے:

"The laws are the moral norms of action, binding in conscience set up for a self-governing community."(2)

”قانون انسانی افعال و اعمال کے ان اخلاقی ضابطوں سے عبارت ہے جو انسان کے اندر شعوری سطح پر لازماً کارفرما ہوتے ہیں اور انہیں ایک خودمختار معاشرے کے لئے مرتب کیا جاتا ہے۔“

اس تعریف کی رو سے قانون کی صداقت کی بنیاد اخلاقیات پر ہے لیکن یہ جنم کہاں سے لیتا ہے، اس کا تخصیص کے ساتھ کہیں ذکر موجود نہیں ہے۔

۴۔ رچرڈ ہوکر (Richard Hooker) کے خیال میں

"That which reason in such sort defines to be good that it must be done."(3)

قانون وہ ضابطہ ہے جسے عقل و شعور بہتر سمجھے اور اس کے کرنے کی تلقین کرے یہ تعریف جیسا کہ اس کے الفاظ سے ظاہر ہے مبہم اور غیر واضح ہے۔

۵۔ عمانویل کانٹ (Immanuel Kant) کہتا ہے:

"Law is the sum-total of the conditions under which the personal wishes of one man can be

reconciled with the personal wishes of another man, in accordance with a general law of freedom."(1)

”قانون ان شرائط کا مجموعہ ہے جن کے تحت عمومی قانون آزادی کی مطابقت میں ایک فرد کی ذاتی خواہشات کی دوسرے فرد کی ذاتی خواہشات کے ساتھ تطبیق کی جا سکتی ہے۔“

یہ تعریف بھی محض ایک نظری اور فلسفیانہ تصور پر مشتمل ہے جس کی عملی افادیت نہ ہونے کے برابر ہے۔“

۶۔ انیسویں صدی کا ایک نامور قانون دان سیوگنی (Savigny) قانون کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"The rule whereby the invisible border-line is fixed within which the being and the activity of each individual obtains a secure and free space."(2)

”قانون ایک غیر مرئی حد بندی کا وہ ضابطہ ہے جس کے اندر انسان کی شخصیت اور اس کی سرگرمیاں ایک آزاد اور محفوظ فضا سے ہمکنار رہتی ہیں۔“

کانٹ (Kant) اور سیوگنی (Savigny) دونوں نے قانون کی تعریف بیان کرنے کی بجائے قانون کا وظیفہ اور اس کا مقصد بیان کیا ہے۔ وہ اصل قانون اور مقصد قانون کے درمیان فرق و امتیاز کو نہیں سمجھ سکے۔

سیوگنی (Savigny) کے حامیوں نے عمرانی تصور قانون کا نظریہ پیش کیا

(1) Robson W.A. Civilization and the Growth of Law, p-3.

ہے۔ Friedrich Engels اس نقطہ نظر کے مؤیدین میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس کے نقطہ نظر کے مطابق قانون معاشرے کی اجتماعی سوچ کا نام ہے۔ معاشرتی رسوم اور روایات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے یہ مفکرین قانون، مآخذ قانون اور اس کی قوت نافذہ کے درمیان فرق ملحوظ نہیں رکھ سکے۔

۷۔ قدیم برطانوی قانون دان بلیک سٹون (Black Stone) کے مطابق:

"A rule of action applied indiscriminately to all kind of action whether animate or inanimate rational or irrational."(1)

”قانون اپنے عمومی اور جامع تناظر میں وہ ضابطہ عمل ہے جس کا اطلاق بلاتخصیص ہر طرح کے افعال پر ہوتا ہے خواہ وہ افعال کسی ذی روح سے تعلق رکھیں یا غیر ذی روح سے خواہ معقول ہوں یا غیر معقول۔“

قانون کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ

"Law is a rule of action which is prescribed by some superior and which the inferior is bound to obey."(2)

”قانون وہ ضابطہ عمل ہے جو کسی بالادست طاقت کی طرف سے ماتحت پر بغرض اطاعت لاگو کیا جاتا ہے۔“

یہ تصور قانون (Kant) اور سیوگنی (Savigny) کے پیش کردہ تصورات سے یکسر مختلف اور متصادم ہے۔

(1) Catholic Encyclopaedia, "Law" Vol.IX, p-53.
(2) Ibid., R.W. & A.J.Carlyle, A History of Medievel Political Theory in the West, Vol.V, Ch.4.
(3) Robson, W.A.Civilization and the Growth of Law, p-4.

۸۔ جان آسٹن (John Austin) قانون کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

"A rule laid down for the guidance of an intelligent being by another intelligent being having power over him."(1)

”قانون وہ ضابطہ عمل ہے جو ایک ذی شعور بالادست ہستی کی طرف سے دوسری ذی شعور ماتحت ہستی کی رہنمائی کے لئے مہیا جاتا ہے۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ قانون وہ ضابطہ عمل ہے جو حکمرانوں کی جانب سے رعایا کے لئے مہیا کیا جاتا ہے۔

۹۔ ہالینڈ (Holland) کے مطابق:

"The laws are proportions commanding the doing of or abstention from certain classes of action, disobedience which is followed by some sort of penalty or inconvenience."(2)

”قانون بعض امور کے کرنے اور بعض کے ارتکاب سے مجتنب رہنے سے متعلق ضوابط کا نام ہے جس کی خلاف ورزی سزا یا کسی بھی نوعیت کی عسرت پر منتج ہوتی ہے۔“

۱۰۔ ہالینڈ (Holland) ایک اور مقام پر آسٹن (Austin) سے ذرا اختلاف کرتے ہوئے کہتا ہے:

"Law is formulated and armed public opinion, or the opinion of the ruling body."(1)

”قانون منظّم رائے عامہ یا ہیئت حاکمہ کی رائے کا نام ہے۔“

(1) Robson, W.A.Civilization and the Growth of Law, p-4.
(2) Robson, W.A.Civilization and the Growth of Law, p-5.

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

۱۱۔ سر فریڈرک پولاک (Sir Fedrick Polloc) قانون کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

"As a rule of conduct binding on members of a commonwealth."(2)

''قانون دولت مشترکہ کے لئے قابل پابندی ضابطہ عمل کا نام ہے۔''

ہالینڈ (Holland) اور پولاک (Polloc) کی وضع کردہ تعریفات قانون کے ماخذ اور قوت نافذہ کے بارے میں خاموش ہیں لہٰذا یہ نامکمل اور ناتمام ہونے کے ساتھ دیگر دانشوروں کے بیان کردہ تصورات سے بھی متصادم ہیں۔

۱۲۔ سڈنی ہارٹ لینڈ (Sidney Hartland) اس سلسلے میں کہتا ہے:

"Law is a set of rules imposed and enforced by a society for the conduct of social and political relations." (3)

''قانون ایک ایسا مجموعہ ضوابط ہے جو سوسائٹی کی طرف سے معاشرتی اور سیاسی تعلقات کو مربوط کرنے کے لئے نافذ کیا جاتا ہے۔''

www.MinhajBooks.com

(1) Robson, W.A.Civilization and the Growth of Law, p-5.
(2) Robson, W.A.Civilization and the Growth of Law, p-5.

اس تعریف کی بنیاد پر بھی ہم قانون کے بارے میں قوت نافذہ کے معیار کو اطمینان بخش قرار نہیں دے سکتے۔

۱۳۔ پروفیسر جی۔سی لی (Prof. G.C.Lee) کہتا ہے:

"Law is that body of customs, enforced by the community, by means of which man's gross passions are controlled and his conduct towards his fellow-creatures regulated." (1)

''قانون معاشرے کی طرف سے نافذ کردہ رسوم و روایات کا وہ مجموعہ ہے جس کے ذریعے انسان کے سفلی جذبات کو قابو میں کیا جاتا ہے اور انسان کے اپنے ہم جنسوں کے ساتھ رویئے کو مربوط کیا جاتا ہے۔''

پروفیسر موصوف کی نظر محض رسوم کی حد تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ تعریف ان قوانین کا احاطہ نہیں کرتی جو قانون سازی کے ذریعے وجود میں آتے ہیں۔ یہ تصور بھی محدود ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر مغربی مفکرین کے دیئے ہوئے تصوراتِ قانون سے متصادم ہے۔

۱۴۔ سالمنڈ (Salmond) کے نقطہ نظر کے مطابق:

"Law is defined as the body of principles recognised and applied by the state in the administration of justice."(2)

''قیام عدل کے لئے ریاست کی طرف سے مسلم اور نافذ شدہ اصولوں کے مجموعے کو قانون کہتے ہیں۔''

اگر سالمنڈ کے بیان کردہ معیار ہی کو تسلیم کر لیا جائے جس کی رو سے

(1) Robson, W.A.Civilization and the Growth of Law, p-5.
(2) Holland, T.E. Jurisprudance, p-3.

قانون کی تدوین و ترتیب محض ریاستی ایماء کی مرہونِ منت قرار پاتی ہے تو پھر حکمران طبقے کے مزعومہ مفادات بھی قانون کا درجہ پائیں گے۔

یہ مغربی سرمایہ قانون سے لئے گئے چند اقتباسات تھے جو صدیوں سے قانون کی ہیئت کے بارے میں کی گئی کاوشوں کا ماحصل ہیں۔

تصورات کا اختلاف (Difference of Concepts)

رابسن ڈبلیو۔اے (Robson W.A) اس صورتحال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہتا ہے ’’قانون کی ماہیئت کے بارے میں ہمارے علماء میں حد درجہ اختلاف پایا جاتا ہے ان کے پیش کردہ تصورات میں ہم آہنگی مفقود ہے جس کی وجہ بلاشبہ اس پیچیدہ سوال کا واحد جواب مہیا کرنے کی خواہش کا کارفرما ہونا ہے۔‘‘

ایک اور مقام پر قانون کے مآخذ کو تلاش کرتے ہوئے وہ اس حقیقت کو ان الفاظ میں تسلیم کرتا ہے:

> "It is difficult to define law in a satisfactory manner, it is still harder to find the beginnings of it. The origins of law are shrouded in obscurity and are, perhaps, impossible to discover."(1)

> ’’اگر قانون کی اطمینان بخش تعریف مشکل ہے تو اس کے آغاز کی بابت کچھ کہنا مشکل تر ہے، قانون کے ابتدائیات ابہام کے دبیز پردوں میں چھپے ہوئے ہیں جنہیں منصۂ شہود پر لانا شاید ناممکن ہے۔‘‘

علماءِ مغرب تاحال تصورِ قانون کی بابت کوئی متفقہ اور قبولِ عام نقطہ نظر پیش

(1) Holland, T.E.Jurisprudance, p-90.
(2) Pollock. S.F. First Book of Jurisprudence, p-29.
(3) Encyclopaedia of Religion and Ethics, Vol.XII, p-118.

نہیں کر سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف فطرت انسانی اور انسانی زندگی کی کلیت (Totality) سے متعلق جامع معلومات نہیں رکھتے بلکہ ان کے پاس انسانی اقدار کے رد و قبول کے لئے کوئی باقاعدہ نظام یا معیار بھی موجود نہیں ہے۔

صاف ظاہر ہے فطرت انسانی کے باطنی اور بالفعل تقاضوں سے ناسازگار اور مسخ شدہ تصور کی بنیاد پر ایک غیر متبدل اور دائمی تصور قانون اخذ نہیں کیا جا سکتا۔

یہ تمام تر کاوشیں اقدام وخطا (Trial & Error) کی سمت میں ہوئی ہیں اگر ان لوگوں نے یہ کاوشیں غیر مسخ شدہ الہامی ہدایت کی روشنی میں کی ہوتیں تو ان کی تحقیق و تدقیق کے نتائج یقیناً مختلف ہوتے۔

ان کا ادراک ناقص اور تصورات سطحی ہیں لہٰذا انہیں قانون کی تعریف وضع کرنے کے مسئلہ پر یقیناً تضادات کا شکار ہونا تھا۔ جدید مغربی معاشرے میں جہاں علم قانون محض دنیاوی (مادی) ذرائع سے ماخوذ ہے جو خود تغیر پذیر ہوتے ہیں تو یہ کیسے ممکن تھا کہ قانون کی تعریف وضع کرنے کا کوئی مستقل اور غیر متبدل معیار معرض وجود میں آ جاتا۔

مغربی معاشرہ جب بھی اپنی اقدار کی نسبت نقطہ نظر سے روشناس ہوتا ہے تصور قانون بھی کلیتاً متزلزل ہو جاتا ہے۔ عدم استحکام کا یہ رجحان اس وقت تک ختم نہیں کیا جا سکتا جب تک وہ آفاقی عالمگیر اور غیر محرف قرآنی وحی کو بطور ذریعہ، مآخذ اور معیار تسلیم نہیں کر لیتے یہی وجہ ہے کہ قرآن ان الفاظ میں بنی نوع انسان کو مخاطب کرتا ہے:

افحکم الجاھلیة یبغون و من احسن من اللہ حکماً لقوم یوقنون ۔(۱)

”کیا یہ جاہلیت کے قوانین کی تلاش میں ہیں؟ اور اللہ سے بڑھ کر یقین

(1) Lee, G.C.Historical Jurisprudence, p-5.

(2) Salmand, Jurisprudence, p-36.

رکھنے والوں کے لئے اچھا قانون دینے والا کون ہوسکتا ہے۔‘‘

سیسرو(Cicero) اپنے دور کے ایک نابغہ روزگار مفکر کی رائے بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

"Law is neither contrived nor decreed by man; it is an eternal principle which rules the whole universe, commanding what is right and prohibiting what is wrong. Hence law is no mere artefact but is the divine reason bestowed by the gods on the human race."(1)

’’قانون نہ انسان کا وضع کردہ ہے نہ اس کا نافذ کردہ ہے۔ یہ ایک دائمی اصول ہے جو پوری کائنات پر محیط ہے جو راستی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔ (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) لہٰذا قانون الہامی اصولوں کا وہ مجموعہ ہے جو دیوتاؤں کی طرف سے نسل انسانی کو عطا کیا جاتا ہے۔‘‘

یہ امتیاز صرف اسلامی نظام قانون کو حاصل ہے جس کا اعتراف ایک مغربی سکالر بھی ان الفاظ میں کرنے پر مجبور ہوا ہے۔

"In Islam, the most conspicuous fact about Muhammad (ﷺ) is that he was not merely a divine prophet but also a temporal ruler who governed, judged, punished and legislated. After the great flight in A.D.622 to Madina, when Muhammad (ﷺ) acquired political power he was sovereign as well as Divine prophet, but only

(1) Ibid, p-10.

sovereign because of his prophetic office. The mosque was his council- chamber and hall of audience; the Friday sermon his opportunity for declarations of policy and when he uttered his most far-reaching injunctions he spoke as the very mouthpiece of the deity."(1)

”حضرت محمد ﷺ کا نمایاں ترین وصف یہ ہے کہ وہ محض ایک پیغمبر ہی نہ تھے بلکہ وہ ایک ایسے حکمران تھے جو حکومت کی مسند انصاف پر متمکن ہوئے لوگوں کو (ان کے جرائم پر) سزائیں دیں اور قانون سازی کی۔ ۶۲۲ھ میں ہجرت مدینہ کے بعد جب حضرت محمد ﷺ کو سیاسی قوت حاصل ہو گئی تو آپ ﷺ منصب رسالت کے ساتھ ساتھ مقتدرِ اعلیٰ بھی تھے لیکن آپ ﷺ کا مقتدرِ اعلیٰ ہونا منصب رسالت کے ساتھ مختص تھا، مسجد آپ کی سرگرمیوں کا محور اور عوامی اجتماع کا مرکز تھی۔ خطبہ جمعہ آپ کی پالیسیوں کے اعلان کا ذریعہ ہوتا تھا اور جب آپ ﷺ کی زبان اقدس سے مختلف احکامات جاری ہوتے وہ بے مثال فہم و بصیرت کے آئینہ دار ہوتے تھے۔“

مغربی قانون دانوں کے مابین پائے جانے والے مذکورہ بالا اختلاف کے علاوہ تصور قانون کے بارے میں ایک اور اختلاف وجودیت اور مقصدیت کے حوالے سے بھی پایا جاتا ہے جسے "Positivism & Idealism" کہتے ہیں۔

پہلا نقطہ نظر اس امر سے بحث کرتا ہے کہ قانون اپنی موجودہ ہیئت میں کیا ہے؟ جبکہ دوسرا نقطہ نظر قانون کیا ہونا چاہیئے؟ کے حوالے سے بحث کرتا ہے۔

---

(۱) القرآن، المائدۃ، ۵:۵۰

جان آسٹن (John Austin) ہینز کیلسن (Hans Kelsen) اور راسکو پاؤنڈ (Roscoe Pound) پہلے تصور قانون کے حامی و مؤید ہیں جبکہ Gray, Salmond, Lajterpac, Friedman, Bryce اس نقطہ نظر کو ہدف تنقید بناتے ہیں اور مقصدی تصور قانون کی حمایت کرتے ہیں۔

اس حقیقت کو مغربی اصول قانون کے تناظر میں یوں بخوبی اجاگر کیا جا سکتا ہے کہ مغربی تصور قانون وجودیت اور مقصدیت کے مابین بھی مطابقت پیدا کرنے میں ناکام رہا ہے۔

دونوں نقطہ ہائے نظر باہم متصادم، متضاد اور محاذ آراء دکھائی دیتے ہیں۔ مقصدیت و معیاریت(Positivism & Idealism) جو کہ مغربی اصول قانون کے مطالعے کا بنیادی موضوع ہے قطعاً کسی واضح نصب العین کے تعین کے لئے دائمی معیار پیش نہیں کر سکی۔ مغربی مفکرین قانون کے نصب العین کے تعین کا مسئلہ بھی اچھی طرح بیان نہیں کر سکے۔

لارڈ رائٹ(Lord Wright) کہتا ہے:

> "Law is not an end itself. It is a part of the political system of a nation, and it owes its existence to the objects of the government. In the light of my experience and study, I have reached the conclusion and believe that the first and basic object of law is the search for justice."(1)

> ’’قانون فی نفسہ مقصد نہیں ہے، یہ کسی بھی قسم کے سیاسی نظام کا ایک حصہ ہوتا ہے اور اس کا وجود حکومت کے مقاصد کا مرہون منت ہوتا ہے۔ میں

(1) Robson, W.A.Civilization and the Growth of Law, p-3.

اپنے تجربے اور مطالعے کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اور اس امر پر یقین رکھتا ہوں کہ قانون کا پہلا اور بنیادی مقصد تلاش عدل ہے۔‘‘

لطف کا پہلو یہ ہے کہ مغربی فلسفہ قانون میں عدل کا تصور بھی گوناگوں متضاد ماورائی نظریات اور فلسفیانہ موشگافیوں کی نذر ہوکر رہ گیا ہے اور اب تک معیارِ عدل کا مسئلہ بھی قانون کی طرح طے نہیں ہوسکا۔

حقیقت یہ ہے کہ چونکہ انسانی زندگی سے متعلق مغربی معیارات و تصورات، اخلاقی اقدار، حکومتی نصب العین، تصورات عدل، قانون کے مآخذ اور اصول قانون سازی ہمیشہ سے تغیر پذیر رہے ہیں لہٰذا مغربی فلسفہ قانون کی ماہیت کے بارے میں ابھی تک کوئی دائمی تصور رواج نہیں پا سکا۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی علم قانون تاحال ’’قانون‘‘ کی کوئی متفقہ، مستقل اور آفاقی تعریف مہیا کرنے سے قاصر ہے۔

(1) Wilson, R.K.Introduction to the Stidy of Inglo Muhammadan Law, p.1-15.

حصہ دوم

اسلامی تصورِ قانون

(Islamic Concept of Law)

www.MinhajBooks.com

فقہ اسلامی کے تمام مکاتب فکر کے ہاں آغاز سے آج تک اسلامی قانون کا تصور ہمیشہ متفقہ رہا ہے۔ اس مسئلہ پر کسی قسم کا تضاد یا اختلاف رائے نہیں پایا جاتا۔ فقہ اسلامی کی رو سے قانون کی اصطلاح ایک دائمی اور آفاقی حیثیت رکھتی ہے جس میں کسی قسم کا تغیر ممکن نہیں۔ فقہ اسلامی کے نظام اصطلاحات (Terminologies) میں Law کو حکم یا حکمِ شرعی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

الحکم خطاب الله المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء او التخییر او الوضع۔(۱)

’’قانون وہ ضابطہ عمل ہے جو وحی الٰہی سے نمو پاتا ہے جو بعض امور کے کرنے یا نہ کرنے کی طلب یا ان میں اختیار و اباحت یا محض استقرار و اعلان پر مبنی ہوتا ہے۔‘‘

’’حکم‘‘ قرآن کی صورت میں نازل شدہ وحی الٰہی کے الفاظ کو نہیں بلکہ اس قانونی ضابطے یا قانونی قدر (Legal Value) کو کہتے ہیں جو الفاظِ وحی سے ثابت (Establish) ہوتی ہے۔ جس کی مسلم فقہاء نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ ان الفاظ میں وضاحت کر دی ہے:

ان الحکم المصطلح ما ثبت بالخطاب لا هو۔(۲)

---

(۱) ا۔ صدر الشریعہ، التوضیح، ۱:۲۸

۲۔ آمدی، الإحکام فی أصول الأحکام، ۱: ۱۳۶

۳۔ قاضی، شرح العضد، ۱:۲۲۲

۴۔ ابن نجار، شرح الکوکب المنیر: ۳۳۴

۵۔ زحیلی، اصول فقہ، ۱:۳۴

۶۔ علی حسب الله، اصول التشریع الاسلامی: ۳۲۷

(۲) صدر الشریعہ، التوضیح، ۱:۳۰

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

حکم تکنیکی اعتبار سے اس چیز کا نام ہے جو وحی سے ثابت ہوتی ہے، الفاظِ وحی بذاتِ خود حکم نہیں کہلاتے۔

محلی نے شرح 'جمع الجوامع' میں، قاضی عضدالدین نے 'شرح المختصر' میں، اسنوی نے 'شرح المنہاج' میں، آمدی نے 'الاحکام فی اصول الاحکام' میں، فاضل قراباغی، علامہ بہاری، علامہ قنوجی اور متعدد جید فقہاء نے اسی نقطہ نظر کو بیان کیا ہے۔ اگر صرف خدائی احکام کے متن کو ہی قانون (حکم) کا درجہ حاصل ہوتا تو پھر تمام قانونی ضابطے اور فقہی اقدار جو سنتِ نبوی ﷺ اور اجماع قطعی سے مستنبط ہوتے ہیں، کی قانونی حیثیت ختم ہو جاتی لیکن اسلامی فقہ میں قانون کی واحد معیاری تعریف یہ ہے کہ ہر وہ ضابطہ جو بلاواسطہ یا بالواسطہ وحی الٰہی سے نمو پاتا ہے اگر اس کا تعلق انسانی اعمال و افعال سے ہو خواہ وہ اقتضاء وطلب کی صورت میں ہوں یا تخییر و اباحت کی صورت میں یا محض وضع و اعلان کی صورت میں ہوں، قانون یا حکم کہلاتا ہے۔

لہٰذا قانون، انسانی اعمال و افعال سے متعلق وہ مجموعۂ ضوابط ہے جس کا مأخذ اولاً قرآن ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کی واضح اور ظاہری صورت ہے۔ ثانیاً سنت رسول ﷺ ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کی صحیح عملی تعبیر و تفسیر اور باطنی صورت ہے اور ثالثاً اجماعِ قطعی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کی اصل تعبیر اور مراد معلوم کرنے کا مستند ترین ذریعہ ہے۔

قانون کے عناصر ترکیبی (Ingredients of Law)

فقہ اسلامی کی رو سے قانون چار عناصر کا مجموعہ ہے:

۱۔ حاکم (Law Giver) واضع قانون یا شارع
۲۔ حکم (Legal Value) وہ قانونی ضابطہ یا قدر جو وحی جلی یا خفی سے ماخوذ ہو
۳۔ محکوم بہ یا محکوم فیہ (Objectives of Law) مقاصد قانون
۴۔ محکوم علیہ (Subjects of Law) مخاطبین قانون(۱)

ان میں سے ہر ایک کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں:

(۱) علی حسب اللہ، اصول التشریع الاسلامی: ۳۲۳

بابِ اوّل

حاکم

(Law Giver)

www.MinhajBooks.com

فقہ اسلامی میں شارع یعنی واضع قانون کی حیثیت صرف خدائے لم یزل اور اس کے رسول ﷺ کو حاصل ہے۔ خدا کی حاکمیت حقیقی اور اصلی ہے جبکہ رسول ﷺ کی حاکمیت خدا کے نائب اور مظہر ہونے کے اعتبار سے نیابتی وتفویضی ہے۔ آپ ﷺ خدا کی طرف سے تشریعی اختیارات کے حامل ہونے کی بنا پر ابدالاباد تک انسانیت کے لئے مطاع مطلق ہیں لہٰذا کسی بھی معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے اوامر ونواہی دراصل خدا ہی کے اوامر ونواہی کہلاتے ہیں۔ اب ذیل میں ہم اس تصور کی مزید وضاحت کرتے ہیں:

اسلام کا تصورِ حاکمیت

اسلام کے حاکمیت اعلیٰ کے تصور کی تین جہتیں ہیں:

۱۔ حقیقی حاکمیت (الوہیت) (Ultimate Sovereignty)

۲۔ نیابتی حاکمیت (رسالت) (Manifestative Sovereignty)

۳۔ خلافت (امارت) (Vicegerency)

اس تصور کی بنیاد اور اساس درج ذیل آیت کریمہ ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔(۱)

’’اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبانِ امر کی پھر اگر کسی مسئلے میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ۔‘‘

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۵۹

اس آیت میں اطاعت الٰہی سے مراد حقیقی حاکمیت اطاعت رسول سے مراد نیابتی حاکمیت جبکہ اطاعت اولی الامر سے مراد خلافت و امارت کی اطاعت ہے۔ اس بنیادی تصور کو بیان کرنے کے بعد ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

i۔ حقیقی حاکمیت (الوہیت) (Ultimate Sovereignty)

حقیقی حاکمیت سے مراد پوری کائنات پر تکوینی اور تشریعی اعتبار سے اصلی حاکمیت ہے یہ نہ عطائی اور تفویضی ہوتی ہے اور نہ ہی نیابتی و مظہری ہوتی ہے، یہ صرف اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہے اس طرح کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کسی اور کے لئے ثابت نہیں کیونکہ یہ شان الوہیت سے عبارت ہے۔

ii۔ نیابتی حاکمیت (رسالت) (Manifestative Sovereignty)

اس سے مراد وہ حاکمیت ہے جو حاکم حقیقی کے نائب، قائم مقام اور مظہر ہونے کی حیثیت سے قائم ہو، یہ حاکمیت اللہ کے رسول کے لئے خاص ہے اور یہ شان نبوت و رسالت سے عبارت ہے۔

iii۔ خلافت (امارت) (Vicegerency)

خلافت سے مراد وہ حاکمیت ہے جو امانتًا حاصل ہو یہ فی الحقیقت حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ نہیں ہوتی بلکہ نیابت نبوت کا مرتبہ رکھتی ہے اسے حاکمیت محض مجازاً کہا جاتا ہے اس میں انسان محض امین ہوتا ہے۔ یہ اولی الامر کے لئے خاص ہے۔ اولی الامر سے مراد خلفاء و امراء سلطنت، ائمہ علم و دین اور فقہا اسلام ہیں، اس کے تحت تنفیذ حکم اور اظہار حکم آتا ہے جس کا مطلب ہے کہ اسلامی ریاست میں وہ حکم کے نفاذ، اس کی حفاظت اور نئے پیش آمدہ مسائل میں شرعی مطابقت پیدا کریں۔

ان میں سے ہر ایک پر تفصیلی دلائل درج ذیل ہیں:

حقیقی حاکمیت پر دلائل

اللہ تعالیٰ نے یہ حق اپنے لئے مخصوص فرمایا ہے جس کی تائید اس کے بے شمار فرامین سے ہوتی ہے۔

۱۔ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ۔(۱)

’’جان لو حکم (فرمانا) اسی کا (کام) ہے اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے۔‘‘

۲۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ۔(۲)

’’حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے اس نے حکم فرمایا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔‘‘

۳۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ج وَ عَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔(۳)

’’حکم صرف اللہ ہی کے لئے ہیں میں نے اس پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔‘‘

۴۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ○(۴)

’’اور یقین رکھنے والی قوم کے لئے حکم (دینے) میں اللہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔‘‘

۵۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔(۵)

’’خبردار ہر چیز کی تخلیق اور حکم کا نظام چلانا اسی کا کام ہے۔‘‘

---

(۱) القرآن، الانعام، ۶:۶۲

(۲) القرآن، یوسف، ۱۲:۴۰

(۳) القرآن، یوسف، ۱۲: ۶۷

(۴) القرآن، المائدہ، ۵: ۵۰

(۵) القرآن، اعراف، ۷: ۵۴

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

۶۔ اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔(۱)

''پیروی کرو اس کی جو تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔''

۷۔ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ط وَ هُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ○ (۲)

''اور اللہ ہی حکم فرماتا ہے کوئی بھی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔''

اللہ کا حکم نہ ماننے والے ظالم، فاسق اور کافر ہیں

۸۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ○(۳)

''اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ کافر ہیں۔''

۹۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ○(۴)

''اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی لوگ فاسق ہیں۔''

۱۰۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○(۵)

''اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ ظالم ہیں۔''

۱۱۔ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ○(۶)

---

(۱) القرآن، الاعراف، ۷:۳

(۲) القرآن، الرعد، ۱۳:۴۱

(۳) القرآن، المائدہ، ۵:۴۴

(۴) القرآن، المائدہ، ۵:۴۷

(۵) القرآن، المائدہ، ۵:۴۵

(۶) القرآن، الانعام، ۶:۱۰۶

’’آپ اس (قرآن) کی پیروی کیجئے جو آپ کی طرف رب کی جانب سے وحی کیا گیا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی کر لیجئے۔‘‘

نیابتی حاکمیت پر دلائل

حاکمیت اعلیٰ ایک نظریہ اور عقیدہ ہے اسے اس وقت تک آئینی اور دستوری حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی جس وقت تک اس کی اطاعت اور پیروی کے لئے معاشرے میں اس کے ظہور کی کوئی عملی صورت نہ ہو کیونکہ پیروی عوام کرتے ہیں جب تک پیروی کرنے کے لئے انسانی سطح پر حاکمیت کا کوئی مقرر اور معین نمونہ اور محسوس عملی پیکر سامنے نہ ہو جس کے حکم کو ایک عمل کے نمونے میں دیکھ کر انسان عادتاً پیروی کر سکے اس وقت تک حاکمیت ایک ماورائی تصور اور فلسفہ رہتا ہے جو آئینی اور دستوری حیثیت حاصل نہیں کر سکتا۔ حاکمیت کا نفاذ ایک انسانی معاشرے میں ہوتا ہے اس کے لئے قابل عمل نمونہ چاہئے جس کے ذریعے حاکمیت اعلیٰ کا ظہور اور نفاذ ہو سکے۔

ریاست چونکہ حاکم اور محکوم دو طبقوں کے ملنے سے وجود میں آتی ہے اور جب محکوم طبقہ انسانوں پر مشتمل ہے تو سیاسی، آئینی اور دستوری اعتبار سے ضروری ہے کہ اسلامی ریاست میں حاکم کا درجہ بھی انسان کو حاصل ہو تاکہ محکوم علیہ اس کو دیکھ کر اور اس کے اوامر و نواہی کو سن کر ان پر عمل کر سکے لہٰذا انسانی معاشرے میں جو ہستی اس درجہ پر فائز ہے وہ ہستی نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات اقدس ہے اور آپ ﷺ کی ذات اقدس کو بھی حاکم ہی کہیں گے کیونکہ حاکمیت اعلیٰ کا ظہور آپ ﷺ کے پیکر نبوت کے ذریعے سے ہو رہا ہے آپ کے اوامر و نواہی حاکم حقیقی ہی کے اوامر و نواہی اور آپ کی اطاعت و معصیت حاکم حقیقی ہی کی اطاعت و معصیت شمار ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوامر و نواہی کے ظہور کے لئے آپ کی ہستی کا انتخاب کیا ہے اور اپنے اوامر و نواہی کی ادائیگی کے لئے معیار اور بہترین نمونہ آپ کے عمل کو قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔(۱)

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳: ۲۱

بیشک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

قرآن وسنت میں آپ کی حاکمیت کی دو حیثیتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔تشریحی حاکمیت

۲۔تشریعی حاکمیت

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط۔(۱)

جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بارگراں اور طوق (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے ساقط فرماتے (اور انہیں نعمت آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔

مذکورہ بالا آیت کے الفاظ صراحۃً حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریحی حاکمیت اور تشریعی حاکمیت دونوں حیثیتوں کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اس آیت کا پہلا حصہ (**یامرھم بالمعروف و ینھم عن المنکر**) تشریحی حاکمیت پر اور بقیہ حصہ تشریعی حاکمیت پر دلالت کر رہا ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ اسلام کے اوامر و نواہی اور حلال و حرام کے احکام صرف وہی نہیں جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں بلکہ قرآن کے علاوہ وہ احکام بھی شامل ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں اور ان کی حیثیت بھی اس طرح ہے جس طرح قرآنی احکام کی ہے۔

---

(۱) القرآن، الاعراف، ۷: ۱۵۷

ا۔ تشریحی حاکمیت

حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریحی حاکمیت میں آپ ﷺ کو قرآن کے مجمل احکام کی تفصیل، مطلق کی تقیید، عام کی تخصیص اور مشکل کی توضیح وغیرہ کا اختیار عطا کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَO (۱)

(اے نبی مکرم) ہم نے آپ کی طرف ذکرِعظیم (قرآن) نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ (پیغام و احکام) خوب واضح کر دیں جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

تشریحی حاکمیت کی صورتیں

تشریحی حاکمیت کی درج ذیل صورتیں ہیں:

i۔ تخصیص العام (Specification of General)

تخصیص العام کا مطلب ہے عام کو خاص کر دینا اور آپ ﷺ قرآن کے عمومی حکم کو خاص کر سکتے ہیں مثلاً آیۃ الجلد کی بیان کردہ حد زنا میں الزانی اور الزانیہ کے مفہوم کی تخصیص اور قرآن کے حکم وصیت پر ایک تہائی حصہ جائیداد کی تخصیص۔

ii۔ تقیید المطلق (Qualification of Absolute)

تقیید المطلق کا مطلب ہے کہ قرآن میں ایک حکم مطلق بیان ہوا ہے آپ ﷺ نے اس کو مقید کر دیا مثلاً حد سرقہ کے لئے نصاب کی قید، اور قطع ید کے لئے مفہوم حد کا

(۱) القرآن، النحل، ۱۶: ۴۴

تعین۔

iii۔ بیان المجمل (Explanation of Implicit)

بیان المجمل کا مطلب ہے کہ قرآن میں کوئی حکم اجمالی طور پر بیان ہوا ہے آپ ﷺ نے اس اجمال کی تفصیل بیان کی مثلاً مفہوم صلوٰۃ، تعداد رکعات اور تفصیلِ اوقات وغیرہ کا بیان۔

iv۔ استثنیٰ (Exemption)

استثنیٰ کا مطلب ہے کہ قرآن میں ایک حکم بیان ہوا اور آپ نے کسی کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دے دیا مثلاً حرمت میتۃ میں مچھلی اور ٹڈی کا استثنیٰ اور غسل رجلین کے حکم میں ''مسح علی الخفین'' کا استثنیٰ۔

v۔ الزیادہ (Addition)

الزیادہ کا مطلب ہے قرآن کے بیان کئے ہوئے حکم پر مزید اضافہ کرنا مثلاً حد زنا کے ساتھ ایک سال قید یا جلا وطنی (تغریب عام) کا اضافہ اور جمع بین الاختین کے حکم پر پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کے جمع کی ممانعت کا اضافہ۔

vi۔ توضیح المشکل (Explanation of Ambiguous)

توضیح المشکل کا مطلب ہے قرآنی حکم میں ایسے الفاظ جن کا مفہوم اور مراد محض لغت کے قواعد سے معلوم نہ ہو آپ ﷺ نے ان کے مفہوم و مراد کو بیان فرمایا ہو مثلاً وقت سحری کے ضمن میں بیاض النہار اور سواد اللیل کے مفہوم کی توضیح۔

۲۔ تشریعی حاکمیت

تشریعی حاکمیت کے اعتبار سے آپ ﷺ کو ان چیزوں کے بارے میں حکم صادر فرمانے کا اختیار عطا ہوا جن کے متعلق قرآن کریم خاموش ہے یا اس میں کوئی واضح

حکم نہیں دیا گیا یعنی آپ کو وہ شان حاکمیت عطا کی گئی ہے کہ آپ صرف قرآنی احکام کی تشریح ہی نہیں کرتے بلکہ قرآنی احکام کے علاوہ بھی احکام صادر فرما سکتے ہیں چنانچہ شریعت میں اوامر و نواہی اور حلال وحرام صرف وہی نہیں جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں بلکہ سنت سے بھی ان کا ثبوت متحقق ہوتا ہے۔ اس تصور کی تائید درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

۱۔ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ألا! هل عسٰى رجل يبلغهُ الحديث عنّي و هو متكئ على أريكته، فيقول: بيننا و بينكم كتاب الله عزوجل، فما وجدنا فيه حلالا استحللناه، وما وجدنا فيه حراما حرمناه، وإن ما حرم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كما حرم الله۔(۱)

’’سن لو! عنقریب ایک آدمی کے پاس میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی مَسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوا کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے، ہم جو چیز اس میں حلال پائیں گے اُسے حلال سمجھیں گے اور اُسے حرام سمجھیں گے جو اس میں حرام پائیں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، ۵:۳۸، رقم: ۲۶۶۴
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۶، المقدمہ، رقم: ۱۲
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۳۲
۴۔ حاکم، المستدرک، ۱:۱۹۱، رقم: ۳۷۱
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۷۶، رقم: ۱۳۲۲۰
۶۔ دارمی، السنن، ۱:۱۵۳، رقم: ۵۸۶
۷۔ دارقطنی، السنن، ۴:۲۸۶
۸۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۰۸
۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰:۲۷۴، رقم: ۶۴۹
۱۰۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶:۷۲
۱۱۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۱:۳

حرام کیا وہ ویسا ہی ہے جیسے اﷲ کا حرام کیا ہوا۔‘‘

۲۔ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ألا! إنی أوتیت الکتاب و مثله معه، ألا! یوشک رجل شبعان علی أریکته، یقول: علیکم بهذا القرآن، فما وجدتم فیه من حلال فأحلوه، وما وجدتم فیه من حرام فحرموه۔ ألا! لا یحل لکم الحمار الأهلی و لا کل ذی ناب من السبع و لا لقطة معاهد إلا أن یستغنی عنها صاحبها، و من نزل بقوم فعلیهم أن یقروه فإن لم یقروه فلهٗ أن یعقبهم بمثل قراه۔(۱)

’’آگاہ رہو! مجھے کتاب (قرآن) عطا کی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی۔ خبردار رہو! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسند سے ٹیک لگائے ہوئے کہے گا: (لوگو!) صرف قرآن تمہارے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے، لہٰذا قرآن میں جسے حلال پاؤ اُسے حلال سمجھو اور جسے قرآن میں حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو۔ آگاہ رہو! تمہارے لئے گھریلو گدھا حلال نہیں اور نہ کوئی درندہ اور نہ معاہد کا گرا پڑا مال، مگر جبکہ مالک کو اس کی ضرورت نہ ہو۔ اگر کوئی شخص کسی بستی میں (بطور مسافر) ٹھہرے تو اس کے باشندوں پر لازم ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں، اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ ان سے اس مہمانی کے برابر تاوان وصول کر سکتا ہے۔‘‘

۳۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا ألفین أحدکم متکئا علی أریکته یأتیه أمر مما أمرت به أو نهیت عنه، فیقول: لا أدری، ما وجدنا فی کتاب اﷲ اتبعناه۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنة، رقم: ۴۶۰۴

۲۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۱۳۷، رقم: ۱۰۶۱

۳۔ مروزی، السنة، ۱۱۱، رقم: ۴۰۳

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، ۵: ۳۷، رقم: ۲۶۶۳

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۵

←

’’میں تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم یا ممانعت پہنچے تو وہ اس کے جواب میں یہ کہے: میں نہیں جانتا، ہمیں جو کچھ اللہ کی کتاب میں ملا اُس کی پیروی کریں گے۔‘‘

۴۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أیحسب أحدکم متکئا علی أریکته قد یظن أن الله لم یحرم شیئا إلا ما فی هذا القرآن؟ ألا! و إنی و الله قد وعظت و أمرت و نهیت عن أشیاء إنها لمثل القرآن أو أکثر، و أن الله تعالیٰ لم یحل لکم أن تدخلوا بیوت أهل الکتاب إلا بإذن، و لا ضرب نسائهم و لا أکل ثمارهم إذا أعطوکم الذی علیهم۔(۱)

’’کیا تم میں سے کوئی اپنی مسند پر ٹیک لگا کر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے کوئی چیز حرام قرار نہیں دی مگر وہی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے؟ سن لو! میں نے نصیحت کرتے اور حکم دیتے ہوئے اور بعض چیزوں سے منع کرتے ہوئے جو کہا وہ بھی قرآن کی طرح ہے بلکہ اس کی تعداد زیادہ ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں اہلِ کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کی اجازت دی، نہ ان کی عورتوں کو مارنے کی، نہ ان کے پھل کھانے کی، جب وہ اپنے واجبات تم

-------۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۶، المقدمہ، رقم: ۱۳

۴۔ حاکم، المستدرک، ۱:۱۹۰، رقم ۳۶۸

۵۔ حمیدی، المسند، ۱:۲۵۲، رقم: ۵۵۱

۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۰۹

(۱) ۱۔ ابو داؤد، السنن، ۳:۱۷۰، رقم: ۳۰۵۰

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹:۲۰۴

۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۷:۱۸۵، رقم: ۷۲۲۶

کو ادا کریں۔‘‘

اوامر ونواہی اور تحلیل وتحریم کے یہ اختیارات حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریعی حاکمیت کے اختیارات ہیں ذیل میں مزید آیات اور احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے حضور ﷺ کی تشریعی حاکمیت کی شان مختلف پہلوؤں سے واضح ہوگی چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

۱۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ○(۱)

’’اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ امر کی پھر اگر کسی مسئلے میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔‘‘

اس آیت میں حکم دیا جارہا ہے کہ کسی بھی معاملے میں حتمی فیصلے کے لئے صرف قرآن کی طرف رجوع نہ کرو بلکہ قرآن کے ساتھ اور اللہ کے رسول کی سنت کی طرف بھی رجوع کرو یہاں اس آیت کریمہ میں تین اطاعتوں کا ذکر ہے۔

۱۔ اطاعتِ الٰہی

۲۔ اطاعتِ رسول

۳۔ اطاعتِ اولی الامر

اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد قرآن کی طرف لوٹانا ہے اور رسول کی طرف لوٹانے سے مراد آپ کی حیاتِ طیبہ میں براہ راست آپ کی طرف اور بعد از وصال آپ کی سنت کی طرف رجوع کرنا ہے۔

اس آیت میں پہلی دو اطاعتوں کے باب میں ’اطیعوا‘ کا لفظ ہے مگر اولی الامر کی اطاعت کے باب میں ’اطیعوا‘ کا لفظ علیحدہ نہیں آیا جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی دونوں

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۵۹

اطاعتیں یعنی اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت مطلق اور مستقل ہیں یعنی جس طرح اللہ کی اطاعت مستقل (Permanent)، غیر مشروط (Unconditional)، آفاقی اور قطعی ہے اسی طرح اللہ کے رسول کی اطاعت بھی مستقل، قطعی، آفاقی اور غیر مشروط ہے سو اس آیت میں اللہ کے رسول کی تشریعی حاکمیت کا ثبوت ہے نیز اس آیت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اولی الامر یعنی امراء، ائمہ اور فقہاء کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے تحت مشروط ہے یعنی جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں رہیں گے ان کی اطاعت کی جائے بصورت دیگر ان کی اطاعت نہیں ہو گی۔

اس لئے خلفاء راشدین میں سے ہر خلیفہ کا یہی قول تھا:

اطیعونی ما عدلت فیکم فان خالفت فلا طاعة لی علیکم۔(۱)

''جب تک میں تمہارے درمیان عدل قائم کرتا رہوں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں عدل کی مخالفت کروں تو پھر تم پر میری اطاعت ضروری نہیں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

فانی قد ولیت علیکم ولست بخیر کم، فان احسنت فاعینونی، و ان اساء ت فقومونی .... اطیعونی ما اطعت اللہ و رسولہ فاذا عصیت اللہ و رسولہ فلا طاعة لی علیکم۔(۲)

''مجھے آپ کے معاملات سپرد کئے گئے ہیں حالانکہ میں آپ سب سے بہتر نہیں ہوں پس اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا اگر میں غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دینا .... میری اطاعت کرو اس وقت تک کہ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی

(۱) زمخشری، الکشاف، ۱: ۵۲۴

(۲) سیوطی، تاریخ الخلفاء: ۶۹

کروں تو تم پر میری اطاعت کوئی ضروری نہیں۔‘‘

اس آیت میں تنازع اور اختلاف کی صورت میں دو مراجع ہیں (**فردوہ الی اللہ والرسول**) پس رجوع کرو اللہ اور اس کے رسول کی طرف یہاں اولی الامر کی طرف رجوع کرنے کا نہیں کہا گیا۔ اس لئے کہ یہ حکم دراصل اولی الامر کے لئے ہے کہ اگر ان کے درمیان کسی مسئلہ پر اختلاف ہو جائے تو وہ حتمی فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کریں گویا اولی الامر کے دو مراجع ہیں:

۱۔ اللہ (قرآن)

۲۔ رسول (حدیث وسنت)

جب عوام کو اطاعت کا حکم ہوا تو عوام کے لئے تین مراجع تھے:

۱۔ اللہ

۲۔ رسول

۳۔ اولی الامر

لہٰذا اولی الامر کی اطاعت مشروط ہے کیونکہ اولی الامر میں معصیت کا امکان ہے جبکہ اللہ کے رسول کی اطاعت غیر مشروط ہے اور اس میں معصیت کا امکان بالکل نہیں بلکہ آپ کی اطاعت تو اللہ ہی کی اطاعت ہے اور آپ کی اطاعت کامیابی اور کامرانی کا ذریعہ ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ذکر کرکے آپ کی اطاعت کی مستقل حیثیت کو مزید اجاگر فرما دیا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

۲۔ **وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ○**(۱)

---

(۱) القرآن، التغابن، ۶۴: ۱۲

’’اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (مکرم) ﷺ کی پھر اگر تم نے روگردانی کی (تو تمہاری قسمت) ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ فقط کھول کر پیغام پہنچانا ہے۔‘‘

۳۔ قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡہِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیۡکُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ وَ اِنۡ تُطِیۡعُوۡہُ تَہۡتَدُوۡا وَ مَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ○ (۱)

’’فرما دیجئے تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو پھر اگر تم نے (اطاعت) سے روگردانی کی تو (جان لو) رسول ﷺ کے ذمہ وہی کچھ ہے جو ان پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول ﷺ پر (احکام کو) صریحاً پہنچا دینے کے سوا (کچھ لازم) نہیں ہے۔‘‘

۴۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ لَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَکُمۡ۔ (۲)

’’اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (مکرم ﷺ) کی اور نہ ضائع کرو اپنے عملوں کو۔‘‘

مذکورہ بالا تمام آیات میں جہاں اللہ کی اطاعت کا حکم ہے وہاں ساتھ ہی رسول ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم ہے جس کا مطلب ہے کہ جس طرح اللہ کی اطاعت تم پر فرض ہے اسی طرح رسول ﷺ کی اطاعت بھی فرض ہے اور اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت کو ہر جگہ ذکر کرنا اس بات پر بھی دلالت کر رہا ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت کی بھی اپنی الگ مستقل حیثیت ہے اور اللہ کے اوامر ونواہی کے علاوہ رسول

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۵۴

(۲) القرآن، محمد، ۴۷: ۳۳

اکرم ﷺ کے بھی اوامر و نواہی ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے علاوہ رسول ﷺ کے اوامر و نواہی نہ ہوتے اور رسول ﷺ کے اوامر و نواہی وہی ہوتے جو قرآن میں ہیں تو وہ اللہ کی اطاعت شمار ہوتی پھر رسول ﷺ کی اطاعت کا الگ ذکر کوئی معنی نہ رکھتا چنانچہ امام شاطبی فرماتے ہیں:

و سائر ما قرن فيه طاعة الرسول بطاعة الله فهو دال ان طاعة الله ما امر به و نهى عنه في كتابه و طاعة الرسول ما امر به و نهى عنه مما جاء به ما ليس في القرآن اذ لو كان في القرآن لكان من طاعة الله۔ (۱)

’’وہ تمام آیات جن میں رسول ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کی اطاعت ان امور کو بجا لانا یا ان امور سے رک جانا ہے جو اس کی کتاب قرآن میں مامور یا ممنوع ہیں اور رسول ﷺ کی اطاعت ان امور میں ہے جن کا اس (رسول) نے حکم دیا ہے یا جن سے منع کیا ہے اور قرآن میں مذکور نہیں اگر وہ قرآن میں مذکور ہوتے تو یہ اللہ کی اطاعت ہوتی (نہ کہ رسول کی)۔‘‘

۵۔ **فَلَا وَ رَبِّکَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡکَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَ يُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا○ (۲)**

’’پس (اے حبیب) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنا لیں پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرما دیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔‘‘

(۱) شاطبی، الموافقات، ۴: ۱۰

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۶۵

۶۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ۔(۱)

’’(اے محبوب) بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بیعت رضوان کا ذکر ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی اس زمانے میں بیعت حاکم کے ہاتھ پر ہوتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر کی گئی اپنی بیعت قرار دے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاکمیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور اپنے ہاتھ کو ان کے ہاتھ کے اوپر قرار دے کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اقتدار اعلیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتقل کر دیا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اقتدار اعلیٰ آپ کو منتقل کر دیا ہے اس لئے اس کا تقاضا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی تعمیل سے روگردانی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاہدات کی پاسداری نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی اور اللہ کے معاہدہ کی پاسداری نہ کرنا شمار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی معصیت کو اپنی معصیت کے ساتھ اور آپ کے معاہدات سے اعلان برات کو اپنے اعلان برات کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

۷۔ بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖۤ۔(۲)

’’بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے‘‘

اور جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافروں اور ذمیوں کے ساتھ معاہدہ فرمایا یا ان کو امان دی تو اس معاہدہ یا امان کی نسبت اللہ کی طرف فرمائی اور معاہدہ میں یوں درج کروایا:

---

(۱) القرآن، الفتح، ۴۸: ۱۰

(۲) القرآن، التوبہ، ۹: ۱

i- و ان لکم ذمة اللہ و ذمة محمد رسول اللہ۔(۱)

''بیشک تمہارے لئے اللہ کا ذمہ ہے اور اس کے رسول محمد ﷺ کا ذمہ ہے۔''

ii- فانه آمن بذمة اللہ و ذمة محمد و من رجع عن دینه فان ذمة اللہ و ذمة رسوله منه بریئة۔(۲)

''وہ اللہ کی پناہ اور محمد کی پناہ میں مامون ہے اور جو اپنے دین سے پھر گیا اس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ اٹھ گیا۔''

iii- فانه آمن بامان اللہ و محمد رسول اللہ ﷺ۔(۳)

''وہ اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی امان میں مامون ہے۔''

iv- و ان اللہ جار لمن بر و اتقی و محمد رسول اللہ۔(۴)

''جو اس دستور کے ساتھ وفا شعار رہے اور نیکی اور امر پر کاربند رہے اللہ اور اس کا رسول محمد ﷺ اس کے محافظ و نگہبان ہیں۔''

v- فانتم امنون بامان اللہ و امان رسوله۔(۵)

''پس تم اللہ اور اس کے رسول کی امان میں ہو۔''

---

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبه، المصنف، ۷: ۳۴۷، رقم: ۳۶۶۲۹
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۵۰
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۷۸
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۳۰
۵۔ الایمان للعدنی، ۱: ۱۴۳

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۶۷

(۳) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۳۰

(۴) ابن ہشام، السیرة النبویة، ۳: ۳۵

(۵) احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۶۳، رقم: ۲۳۱۲۷

www.MinhajBooks.com

درج بالا عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا معاہدہ اور ذمہ اللہ ہی کا معاہدہ اور ذمہ ہے حالانکہ کافروں اور ذمیوں کے ساتھ معاہدہ تو حضور ﷺ فرماتے تھے مگر حضور ﷺ نے اپنے ساتھ اللہ کے ذمہ کے الفاظ درج کروا کر واضح فرما دیا ہے کہ میرا معاہدہ اللہ کا معاہدہ ہے اس سے بھی آپ ﷺ کی شان حاکمیت واضح ہوتی ہے کیونکہ مختلف قوموں کے ساتھ معاہدہ فرمانا بالعموم حاکموں ہی کی شان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شان حاکمیت کے حوالے سے مزید ارشاد فرمایا:

۸۔ **وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا**۔(۱)

''اور رسول اکرم جو تمہیں عطا فرما دیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔''

اس آیت میں حضور ﷺ کے اوامر کو لینے اور نواہی سے رکنے سے مراد قرآنی اوامر و نواہی نہیں ہیں اگر وہ ہوتے تو ''ما اتاکم اللہ'' کے الفاظ ہوتے نہ کہ ''ما اتاکم الرسول'' کے الفاظ۔ یہ آیت کریمہ واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ آپ ﷺ بھی اوامر و نواہی صادر فرما سکتے ہیں اور جسے آپ ﷺ فرض کہہ دیں وہ فرض ہوجاتا ہے اور جسے حرام کہہ دیں وہ حرام ہوجاتا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں خطاب کیا اور فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس تم حج کیا کرو۔ ایک صحابی نے کھڑے ہوکر پوچھا: کیا ہر سال حج کرنا لازمی ہوگا؟ آپ ﷺ خاموش ہوگئے، اس نے یہ بات تین مرتبہ کی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لو قلت: نعم، لوجبت، ولما استطعتم۔ ثم قال: ذرونی ما ترکتکم، فإنما هلک من کان قبلکم بکثرة سؤالهم واختلافهم علی أنبيائهم، فإذا أمرتکم بشئ فأتوا منه ما استطعتم، و إذا نهيتکم عن شئ فدعوه۔(۲)

---

(۱) القرآن، الحشر، ۵۹: ۷

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۷۵، رقم: ۱۳۳۷

۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۱۱۰، رقم: ۲۶۱۹

←

''اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر سال حج واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔ پھر فرمایا: جو میں چھوڑ دوں، اس بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو۔ بے شک تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو حسبِ استطاعت اس پر عمل کرو اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کر دوں تو اُسے چھوڑ دیا کرو۔''

لفظ لوجبت سے یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اگر اپنے تشریعی اختیارات استعمال کرتے ہوئے کسی بات کا حکم فرما دیں تو وہ واجب ہو جاتی ہے۔

علامہ انور شاہ کاشمیری اس حدیث کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

و ليعلم أن الفرض و الحرام يثبت بالحديث أيضا كما يدل حديث الباب۔(۱)

''اور جان لو کہ فرض اور حرام کا ثبوت حدیثِ نبوی سے بھی ہو جاتا ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث اس امر پر دلالت کر رہی ہے۔''

مذکورہ بالا آیت میں (ما اتاکم الرسول اور ما نھاکم عنه) کی جو تفسیر کی گئی ہے اس کی تائید درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

.... ۳۔ نسائی، السنن، ۵: ۱۱۱، رقم: ۲۶۲۰

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۰۸، رقم: ۱۰۶۱۵

۵۔ بیہقی، السنن الکبری، ۴: ۳۲۵، رقم: ۸۳۹۸

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۱۸، رقم: ۳۷۰۴

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۱۹، رقم: ۳۷۰۵

۸۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۲۹، رقم: ۲۵۰۸

۹۔ دار قطنی، السنن، ۲: ۲۸۱، رقم: ۲۰۴

۱۰۔ دار قطنی، السنن، ۲: ۲۸۲، رقم: ۲۰۶

(۱) علامہ انور شاہ کاشمیری، العرف الشذی، ۳۱۱

۹۔ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔(۱)

’’اور وہ اسے حرام نہیں سمجھتے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔‘‘

اور جو لوگ اللہ کے رسول کا حکم نہیں مانتے ان کے لئے ارشاد فرمایا:

۱۰۔ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ۔(۲)

’’سو جو رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے۔‘‘

۱۱۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنَافِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۔(۳)

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ (قرآن) کی طرف اور رسول کی طرف آ جاؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ (کی طرف رجوع کرنے) سے گریزاں رہتے ہیں۔‘‘

آپ ﷺ اپنی شان حاکمیت کے تحت جب کوئی حکم صادر فرما دیں تو مسلمانوں کے لئے اس حکم کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور نہ تسلیم کرنے کا اختیار ختم ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

۱۲۔ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔(۴)

’’اور نہ کسی مومن مرد کو اور نہ کسی مومن عورت کو حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔‘‘

---

(۱) القرآن، التوبہ، ۹:۲۹

(۲) القرآن، النور، ۲۴: ۶۳

(۳) القرآن، النساء، ۴: ۶۱

(۴) القرآن، الاحزاب، ۳۳: ۳۶

ایک اور مقام پر مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ

۱۳۔اِذَا دُعُوْا اِلَی اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا۔(۱)

''ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ کہیں کہ ہم نے سن لیا اور ہم (سراپا) اطاعت پیرا ہو گئے۔''

قرآن کریم میں رسول اکرم ﷺ کی ذات کو ایک شخصیت کی بجائے سراسر پیکر نبوت و رسالت کے روپ میں متعارف کرایا گیا ہے تاکہ ہر چیز آپ کی طرف ایک انسانی اور بشری حیثیت سے نہیں بلکہ نبوت و رسالت کی حیثیت سے منسوب ہو چنانچہ ارشاد فرمایا:

۱۴۔وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔(۲)

''اور نہیں ہیں محمد مگر اللہ کے رسول۔''

اس آیت میں نفی و اثبات کا انداز اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ شخصیت محمدی ﷺ کو رسالت محمدی ﷺ سے الگ کسی درجہ اور مرحلہ پر تصور نہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اقوال کو اپنی وحی قرار دیا چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۵۔وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی○(۳)

''اور یہ رسول اپنی خواہش نفس سے تو کچھ نہیں بولتا ہاں مگر جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا ہے وہ وحی ہی ہوتا ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو اپنی وحی قرار دے کر یہ واضح فرما

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۵۱

(۲) القرآن، ال عمران، ۳: ۱۴۴

(۳) القرآن، النجم، ۵۳: ۳۔۴

دیا ہے کہ آپ ﷺ کے فرمائے ہوئے احکام بھی وحی الٰہی ہی ہیں ان کو تسلیم نہ کرنا وحی الٰہی کی مخالفت ہے۔ آپ ﷺ کی حیثیت چونکہ صرف رسالت کی ہے لہٰذا آپ ﷺ بھی مطاع مطلق ہیں اور آپ ﷺ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے جیسا کہ ذیل کی آیات سے ثابت ہے:

۱۶۔ **وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ۔**(۱)

''اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

۱۷۔ **مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ۔**(۲)

''اور جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔''

اس تصور کی مزید تائید درج ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے:

i - **فمن أطاع محمدا ﷺ فقد أطاع اللہ، و من عصیٰ محمداً ﷺ فقد عصی اللہ۔**(۳)

''جس نے محمد (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد (ﷺ) کی نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ii- **من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصی اللہ۔**(۴)

''جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۶۴

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۸۰

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۵۵، رقم: ۶۸۵۲

۲۔ سیوطی، مفتاح الجنۃ، ۱: ۱۸

(۴) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۱۱، رقم: ۶۷۱۸

۲۔ نسائی، السنن، ۷: ۱۵۴، رقم: ۴۱۹۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۷۰، رقم: ۷۶۴۳

میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے بلکہ اپنی محبت کے لئے آپ ﷺ کی اتباع اور اطاعت کو لازمی شرط قرار دیا ہے اور آپ کی اطاعت کو ایمان و ہدایت کی علامت اور فوز عظیم قرار دیا ہے:

۱۸۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔(۱)

’’فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا۔‘‘

۱۹۔ اَطِیْعُو اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔(۲)

’’اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اگر تم ایمان والے ہو۔‘‘

۲۰۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔(۳)

’’اور اللہ کی اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔‘‘

۲۱۔ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ۔(۴)

’’اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرلے تو یہی لوگ (روز قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔‘‘

۲۲۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔(۵)

(۱) القرآن، ال عمران، ۳:۳۱

(۲) القرآن، الانفال، ۸:۱

(۳) القرآن، ال عمران، ۳:۱۳۲

(۴) القرآن، النساء، ۴:۶۹

(۵) القرآن، النساء، ۴:۱۳

''یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اسے وہ بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

۲۳۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔(۱)

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔''

۲۴۔ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○۔(۲)

''اگر تم (سچے دل سے) اطاعت کرو گے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ ذرا کمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔''

۲۵۔ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔(۳)

''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو اور اللہ تمہارے سب کاموں سے اچھی طرح خبردار ہے۔''

۲۶۔ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ○۔(۴)

''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ (متفرق اور کمزور ہو کر) بزدل ہو جاؤ گے اور (دشمنوں کے سامنے) تمہاری ہوا

(۱) القرآن، النور، ۲۴:۵۲

(۲) القرآن، الحجرات، ۴۹:۱۴

(۳) القرآن، مجادلہ، ۵۸:۱۳

(۴) القرآن، الانفال، ۸:۴۶

(یعنی قوت) اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

۲۷۔یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَo(۱)

’’اے ایمان والو! تم اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی مت کرو حالانکہ تم سن رہے ہو۔‘‘

۲۸۔قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ۔(۲)

’’آپ فرما دیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

۲۹۔ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًاo(۳)

’’جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی داخل فرمائے گا اُسے باغات میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں اور جو شخص روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب دے گا۔‘‘

جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو ایمان اور کامیابی کی لازمی شرط قرار دیا اسی طرح آپ ﷺ کے حکم کی معصیت کو گمراہی قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کے حکم کی معصیت اور مخالفت کو اپنے حکم کی معصیت اور مخالفت قرار دیا ہے اور اس پر سخت وعید سنائی چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

(۱) القرآن، الانفال، ۸: ۲۰

(۲) القرآن، آل عمران، ۳: ۳۲

(۳) القرآن، الفتح، ۴۸: ۱۷

۳۰۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًاo۔(۱)

''اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔''

۳۱۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌo۔(۲)

''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کے حدود سے تجاوز کرے اسے وہ دوزخ میں داخل فرمائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت انگیز عذاب ہے۔''

۳۲۔ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِسٰلٰتِہٖ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا۔(۳)

''البتہ میرا فرض صرف یہ ہے کہ پہنچا دوں اللہ کے احکام اور اس کے پیغامات پس (اب) جس نے اللہ اور اس کے رسول کا نافرمانی کی تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں یہ (نافرمان) ہمیشہ رہیں گے۔''

۳۳۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ ط وَ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّھِیْنٌo۔(۴)

''بیشک جو لوگ مخالفت کر رہے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی انہیں ذلیل کیا جائے گا جس طرح ذلیل کئے گئے وہ (مخالفین) جو ان سے پہلے تھے اور بیشک ہم نے اتاری ہیں روشن آیتیں اور کفار کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔''

---

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳:۳۶

(۲) القرآن، النساء، ۴:۱۴

(۳) القرآن، الجن، ۷۲:۲۳

(۴) القرآن، المجادلہ، ۵۸:۵

۳۴۔ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ مَنْ یُّشَآقِّ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ O۔(۱)

''یہ سزا اس لئے دی گئی کہ انہوں نے مخالفت کی تھی اللہ اور اس کے رسول کی اور جو اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ عذاب دینے میں بڑا سخت ہے۔''

۳۵۔ اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیْھَا۔(۲)

''کیا وہ نہیں جانتے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ (مقرر) ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔''

۳۶۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَO۔(۳)

''بیشک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی وہ ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہوں گے۔''

متذکرہ بالا آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ اور اپنے رسول ﷺ کی اذیت و معصیت کو اپنی اذیت و معصیت کے ساتھ متصل بیان کیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم باہم لازم و ملزوم ہے چنانچہ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

حق اللہ و حق رسولہ متلازمان۔(۴)

''اللہ اور اس کے رسول کا حکم باہم لازم و ملزوم ہے۔''

مزید فرماتے ہیں:

(۱) القرآن، الحشر، ۵۹:۴

(۲) القرآن، التوبۃ، ۹:۶۳

(۳) القرآن، المجادلہ، ۵۸:۲۰

(۴) ابن تیمیہ، الصارم المسلول: ۴۱

جهة حرمة الله تعالی و رسوله جهة واحدة ومن اٰذی الرسول فقد اٰذی الله و من اطاعه فقد اطاع الله لان الامة لا یصلون بینهم و بین ربهم الا بواسطة الرسول لیس لاحد منهم طریق غیره ولا سبب سواء ہ فقد اقامه الله مقام نفسه فی امره و نهیه و اخباره و بیانه فلا یجوز ان یفرق بین الله و الرسول فی شیئ من هذه الامور۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ کے احترام اور اس کے رسول کے احترام کی جہت ایک ہی ہے جس نے رسول کو اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی کیونکہ واسطہ رسول کے بغیر امت اپنے رب تک نہیں پہنچ سکتی امت میں کسی کے لئے بھی رسول کے طریق کے سوا کوئی طریق اور ذریعہ نہیں پس اللہ نے اپنے امر میں، اپنے نہی میں (غیب کی) خبر دینے میں اور کسی بھی امر کے بیان و وضاحت میں حضور ﷺ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا ہے لہٰذا ان امور میں سے کسی ایک امر میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان فرق کرنا جائز نہیں۔‘‘

آپ ﷺ کی شان حاکمیت کی حیثیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے متعلق دیگر اقوال وافعال کا ذکر بھی یا تو اپنے ساتھ ذکر کیا یا اپنی طرف منسوب فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۳۷۔ وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔(۲)

’’(اے حبیب مکرم) جب آپ نے ان پر سنگریزے مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ وہ تو اللہ نے مارے تھے۔‘‘

(۱) ابن تیمیہ، الصارم المسلول: ۴۱

(۲) القرآن، انفال، ۸: ۱۷

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

۳۸۔ اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ۔(۱)

’’بلاشبہ یہ ان لوگوں کی سزا ہے جو جنگ کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے۔‘‘

۳۹۔وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتَاهُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللهُ۔(۲)

’’اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ خوش ہوجاتے اس سے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا کیا ہے اور کہتے کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔‘‘

۴۰۔ وَمَا نَقَمُوْآ اِلَّا اَنْ اَغْنَاهُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔(۳)

’’اورانہیں کیا برا لگا یہی نا کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔‘‘

۴۱۔ سَيُؤْتِيْنَا اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗ۔(۴)

’’اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے ضرور عطا فرمائے گا۔‘‘

۴۲۔ وَ اَذَانٌ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ۔(۵)

’’اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ندا دینا ہے۔‘‘

۴۳۔ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔(۶)

’’جس پر اللہ نے احسان فرمایا اور اے محبوب ﷺ آپ نے بھی احسان کیا۔‘‘

---

(۱) القرآن، المائدہ، ۵:۳۳

(۲) القرآن، التوبہ، ۹:۵۹

(۳) القرآن، التوبہ، ۹:۷۴

(۴) القرآن، التوبہ، ۹:۵۹

(۵) القرآن، التوبہ، ۹:۳

(۶) القرآن، الاحزاب، ۳۳:۳۷

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ادب کو اپنے ادب کے ساتھ ذکر کیا:

۴۴۔ **یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔**(۱)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔''

۴۵۔ **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ۔**(۲)

''اے ایمان والو! جب (بھی) رسول تمہیں کسی کام کے لئے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول کو فرمانبرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو۔''

۴۶۔ **وَاللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔**(۳)

''اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ اسے راضی کیا جائے اگر وہ ایماندار ہیں۔''

یہاں 'ہٗ' ضمیر کا مرجع اللہ اور اس کے رسول اصولاً یہاں تثنیہ کی ضمیر آنی چاہئے تھی لیکن واحد کی ضمیر استعمال ہوئی ہے جو کہ اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا ایک ہے۔

مذکورہ بالا تمام نصوص اس حقیقت کا واشگاف اعلان کرتی ہیں کہ قانون سازی کا حق خدا کے رسول ﷺ کو بھی حاصل ہے اور ان دونوں کے مابین کوئی فرق و امتیاز یا اختلاف و تناقض ہرگز نہیں۔ قانون سازی کا حق حقیقتاً ایک ہی حق ہے جو خدا کو ہی حاصل ہے مگر اسے ہی اس کا رسول سیاسی، آئینی وتشریحی و قانونی تقاضوں کے تحت نیابتی حیثیت سے بروئے کار لاتا ہے اس اعتبار سے رسول اکرم ﷺ بھی پوری امت مسلمہ کے لئے ہر اسلامی ریاست کے لئے مقتدر اعلیٰ (Sovereign) کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۱) القرآن، الحجرات، ۴۹:۱

(۲) القرآن، الانفال، ۸:۲۴

(۳) القرآن، التوبۃ، ۹: ۶۲

حضور ﷺ کی تشریعی حاکمیت کی صورتیں

تشریعی حاکمیت کی درج ذیل صورتیں ہیں:

i- تشریعِ جنائی

اس سے مراد جرم و سزا سے متعلق وہ شرعی احکام ہیں جن کی تشریع (Legislation) براہ راست حضور ﷺ نے فرمائی، مثلاً حدِ شرب، حدِ رجم، وغیرہ۔

حرمتِ شراب کا حکم تو قرآنِ مجید میں ہے، جس پر درج ذیل آیہ کریمہ دلالت کرتی ہے:

اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَ الۡمَیۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ۔(۱)

''بیشک شراب اور جوا اور (عبادت کے لئے) نصب کئے گئے بت اور (قسمت معلوم کرنے کے لئے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں، سوتم ان سے (کلیتًا) پرہیز کرو۔''

لیکن قرآن میں شراب پینے کی سزا کسی جگہ بیان نہیں کی گئی۔ اس کا تعین حضور ﷺ نے فرمایا جو کہ اسی ۸۰ کوڑے ہے، یہ حکم احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے:

۱۔ عن أنس بن مالک: أن النبی ﷺ أتی برجل قد شرب الخمر، فجَلَده بجریدتین نحو أربعین۔ قال: وفعله أبوبکر فلما کان عمر استشار الناس، فقال عبدالرحمن: أخف الحدود ثمانین، فأمر به عمر۔(۲)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک

(۱) القرآن، المائدہ، ۵: ۹۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۳۰، رقم: ۱۷۰۶

۲۔ ترمذی، السنن، ۴: ۴۸، رقم: ۱۴۴۳

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۵۰، رقم: ۵۲۷۶

شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی آپ ﷺ نے اس کو دو چھڑیوں سے چالیس بار مارا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو اُنہوں نے (اس کے بارے میں) لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: کم از کم حد اسی کوڑے ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (مجرم کو) اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔‘‘

۲۔ عن الحسن قال هم عمر بن الخطاب أن يكتب في المصحف أن رسول الله ﷺ ضرب في الخمر ثمانين۔(۱)

’’حضرت حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ مصحف میں یہ لکھ دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب نوشی پر اسی (۸۰) کوڑے مارے۔‘‘

۳۔ درحقیقت ابتدائے اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے شراب نوشی کی کوئی معین حد مقرر نہیں فرمائی تھی۔ بعد میں حضور اکرم ﷺ نے اسی (۸۰) کوڑے مقرر فرما دیئے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمر کی روایت سے ظاہر ہے۔

عن عبدالله بن عمرو أن النبي ﷺ قال: من شرب بسقة خمر فاجلدوه ثمانين۔(۲)

’’حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے شراب پی اُسے اسی (۸۰) کوڑے مارو۔‘‘

اسی طرح حدِ رجم یعنی شادی شدہ مرد و عورت کو زنا کی صورت میں سنگسار کرنے کی سزا اور مرتد کی سزائے موت بھی سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے اور اسے حضور ﷺ

(۱) عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۳۷۹، رقم: ۱۳۵۴۸

(۲) ۱۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۳: ۱۵۸

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۲۷۹

نے اپنے تشریعی اختیار سے متعین کیا ہے۔

ii- تشریعِ سبب

تشریع سبب سے مراد ایسے فعل سے متعلق حکم کو بتانا ہے جو کسی دوسرے قانونی فعل کے واقع ہونے کے سبب سے وجود میں آیا ہو اور اس کا حکم قرآن میں موجود نہ ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کے متعلق حکم صادر فرمایا ہو۔ اس کی مثال قاتل کا مقتول کی وراثت سے محروم ہونا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

۱۔ لا یرث القاتل شیئًا ۔(۱)

’’قاتل (مقتول) کا وارث نہیں۔‘‘

۲۔لیس لقاتل میراث ۔(۲)

’’قاتل کے لیے میراث نہیں۔‘‘

۳۔ لیس للقاتل شیء۔(۳)

(۱) ا۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۱۸۹، رقم: ۴۵۶۴
۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۰۴
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۲۲۰
۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۴۱۱، رقم: ۵۲۵۸

(۲) ا۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۸۸۴، رقم: ۲۶۴۶
۲۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۹۶، رقم: ۸۵
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۲۷۹، رقم: ۳۱۳۹۴
۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۰۳

(۳) ا۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۸۹، رقم: ۴۵۶۴
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۷۹، رقم: ۶۳۶۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۹، رقم: ۳۴۷

←

’’قاتل کے لئے (مقتول کی وراثت سے) کچھ نہیں۔‘‘

شرعاً ہر مرنے والے کے ورثاء اس کی وراثت کے حقدار ہیں لیکن اگر مرنے والا مقتول ہو اور اس کو قتل بھی اس کے کسی وارث نے کیا ہو تو اب وہ وارث اپنے مقتول کی وراثت سے محروم ہو جائے گا۔ قاتل وارث کی وراثت سے محرومی قرآن میں بیان نہیں کی گئی حضور ﷺ نے یہ حکم صادر فرمایا۔ قتل کرنے کے سبب وراثت سے محروم ہوگیا اور یہ حکم قرآن میں مذکور نہیں ہے۔

iii- تشریعِ کفارہ

اس سے مراد ہے کہ کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی یا اس کی تکمیل میں کمی یا کوتاہی کے ازالہ کے لئے کفارہ کی صورت جو احکام بیان ہوئے ہیں وہ احکام قرآن میں بیان نہیں ہوئے۔ حضور ﷺ نے صادر فرمائے، اس کی ایک مثال کفارہ صوم (روزے کا کفارہ) ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں روزے کی فرضیت سے متعلق احکام تو ہیں لیکن اگر کوئی فرض روزہ توڑ بیٹھے تو اس کے کفارے کی کیا صورت ہے اس بارے میں قرآن خاموش ہے حضور اکرم ﷺ نے اس کا کفارہ متعین فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے کہ ایک شخص مجلس میں آیا اور عرض کرنے لگا:

یارسول الله! هلكتُ۔ قال: ما لکَ؟ قال: وقعتُ علی امرأتی وأنا صائم۔ فقال رسول الله ﷺ: هل تجد رقبة تعتقها؟ قال: لا۔

------ ۴۔ مالک، الموطا، ۲: ۸۶۷، رقم: ۱۵۵۷

۵۔ شافعی، المسند، ۱: ۲۰۱

۶۔ دار قطنی، السنن، ۴: ۹۵، رقم: ۸۳

۷۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۰۳

۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۲۸۰، رقم: ۳۱۳۹۷

قال: فهل تستطیع أن تصوم شهرین متتابعین؟ قال: لا۔ فقال: فهل تجد إطعام ستین مسکینا؟ قال: لا ۔ قال: فمکث النبی ﷺ، فبینما نحن علی ذلک أتی النبی ﷺ بعرق فیه تمر، و العرق المِکتل۔ قال: أین السائل؟ فقال: أنا۔ قال: خذ هذا فتصدق به۔ فقال الرجل أعلی افقر منی یارسول اللہ؟ فو اللہ ما بین لابتیها، یرید الحرتین، أهل بیت أفقر من أهل بیتی۔ فضحک النبی ﷺ حتی بدت أنیابهٗ، ثم قال: أطعمه أهلکَ۔(۱)

”یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں رمضان المبارک میں بحالتِ روزہ اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرا کوئی غلام ہے جسے تو آزاد کردے (اس کے کفارہ میں) وہ عرض کرنے لگا: نہیں یارسول اللہ۔ فرمایا:

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۸۴، رقم: ۱۸۳۴، ۱۸۳۵
۲۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۱۸، رقم: ۲۴۶۰
۳۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۴۶۷، رقم: ۶۳۳۱
۴۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۴۶۸، رقم: ۶۳۳۲
۵۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۸۱، رقم: ۱۱۱۱
۶۔ ترمذی، السنن، ۳: ۱۰۲، رقم: ۷۲۴
۷۔ ابو داؤد، السنن، ۲: ۳۱۳، رقم: ۲۳۹۰
۸۔ نسائی، السنن الکبری، ۲: ۲۱۲، ۲۱۳، رقم: ۳۱۱۷۔۳۱۱۸
۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۴۱، رقم: ۷۲۸۸
۱۰۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۸۱، ۷۷۷۱
۱۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۴: ۱۹۴، رقم: ۷۴۵۷
۱۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۴، رقم: ۷۸۲۹، ۷۸۳۳، ۷۸۳۶
۱۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۲: ۶۰

کیا تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے ؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ پھر وہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا کھجور کا آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: سائل کہاں گیا؟ وہ کہنے لگا: حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تھیلا لے جا اور خیرات کر دے۔ وہ کہنے لگا خیرات تو اس پر کروں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ خدا کی قسم مدینے کی اس پوری بستی میں مجھ سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔ اِس پر آپ ﷺ مسکرائے یہانتک کہ دندان مبارک اندر تک نظر آنے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جا اور اپنے گھر والوں کو کھلا (تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا)۔‘‘

iv- تشریعِ اَمر

اس سے مراد وہ شرعی احکام ہیں جن کے کرنے کا حکم صرف براہِ راست فرمان رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ جیسے مسواک کرنا۔

۱۔ لو لا أن أشق علی أمتی لأمرتهم بالسواک مع کل صلوٰۃ۔(۱)

’’اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر لازم قرار دے دیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کریں۔‘‘

۲۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لو لا أن أشق علی امتی لفرضت علیهم السواک کما فرضت

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۰۳، رقم: ۸۴۷
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۱۰، رقم: ۲۳۵۳۳
۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۱: ۴۳
۴۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۱۹: ۵۸
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۲: ۹۷

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

عليهم الوضوء۔(۱)

’’اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑ جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک اُسی طرح لازم قرار دے دیتا جس طرح ان پر وضو لازم قرار دیا گیا ہے۔‘‘

v- تشریعِ نہی

اس سے مراد وہ افعال ہیں جو شرعًا ممنوع اور حرام ہیں اور ان کی ممانعت اور حرمت قرآن میں بیان نہیں کی گئی بلکہ براہِ راست سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے، مثلاً آپ ﷺ نے مردوں پر ریشم اور سونے کا پہننا حرام قرار دے دیا۔ ارشاد فرمایا:

حرم لباس الحرير والذهب علی ذکور اُمتی۔(۲)

’’ریشم اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔‘‘

vi- تشریعِ شہادت

اس سے مراد مقدمات میں عدالتی ضابطہ جات اور شہادات کے وہ قوانین ہیں جن کی تشریع (قانون سازی) براہِ راست سنتِ نبوی سے ثابت ہے، مثلاً اِرشادِ گرامی ہے:

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۱۴، رقم: ۱۸۳۵
۲۔ ابو یعلی، المسند، ۱۲: ۷۱، رقم: ۶۷۱۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۶۴، رقم: ۱۳۰۱
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۲۲۱
۵۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۸: ۳۹۴

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، ۴: ۲۱۷، رقم: ۱۷۲۰
۲۔ مقدسی، المغنی، ۱: ۳۴۴
۳۔ زیلعی، نصب الرایہ، ۴: ۲۲۳
۴۔ عسقلانی، تلخیص الحبیر، ۱: ۵۲
۵۔ عظیم آبادی، عون المعبود، ۱۱: ۷۳

البينة علی المدعی و الیمین علی المدعیٰ علیه۔(۱)

’’مدعی پر دلیل پیش کرنا واجب ہے اور مدعا علیہ پر انکار کی صورت میں قسم واجب ہے۔‘‘

vii- تشریعِ اِستثناء

اس سے مراد وہ استثنائی احکام ہیں جو براہ راست سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہیں، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ ریشمی کپڑا پہننے کا اِستثنائی حکم

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے مرد کے لئے ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے، لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو کسی جسمانی عارضہ کے باعث ریشمی کپڑا پہننے کی خصوصی اِجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أن عبد الرحمن بن عوف و الزبير: شكوا إلی النبی ﷺ ...... یعنی القمل ...... فَأَرْخَصَ لهما فی الحرير، فرأيتُه عليهما فی غزاة۔(۲)

’’حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جوئیں پڑنے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے انہیں ریشم پہننے کی اِجازت مرحمت فرمائی۔ پس میں نے غزوات کے دوران اُن دونوں کو ریشم پہنے دیکھا۔‘‘

---

(۱) ا۔ ترمذی، السنن، ۳: ۶۲۶، رقم: ۱۳۴۱
۲۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۱۵۷
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۵۳
۴۔ عظیم آبادی، عون المعبود، ۱۰: ۲۳
(۲) بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۶۹، رقم: ۲۷۶۳

اِسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رخص لعبد الرحمن بن عوف و الزبیر رضی اللہ عنهما فی قمیص من حریر من حکة کانت بهما۔(۱)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش کے سبب ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت دی۔‘‘

۲۔ سونا پہننے کا استثنائی حکم

شریعت کا یہ حکم کہ سونے کا زیور پہننا مرد کے لئے حرام ہے، حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطا کردہ ہے اور یہ حکم قرآن مجید میں کہیں مذکور نہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اِستثنائی اِختیار بھی حاصل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اُمتیوں میں سے جس کسی کو چاہیں سونا پہننے کی اِجازت مرحمت فرما دیں۔ اِس ضمن میں کتبِ تاریخ و سیر میں سراقہ بن مالک کا واقعہ درج ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے سفرِ ہجرت پر روانہ ہوئے تو کفار و مشرکینِ مکہ نے اِعلان کیا کہ جو کوئی (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گرفتار کرکے لائے گا اُسے ایک سو سرخ اُونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ انعام کے لالچ میں سراقہ آقائے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۶۹، رقم: ۲۷۶۲، ۲۷۶۴
۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۹۶، رقم: ۵۵۰۱
۳۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۴۶، رقم: ۲۰۷۶
۴۔ نسائی، السنن، ۸: ۲۰۲، رقم: ۵۳۱۱
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۷، رقم: ۱۲۳۱۰
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۷۳، رقم: ۱۳۹۱۲
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۲۴۶، رقم: ۵۴۳۰
۸۔ ابویعلی، المسند، ۶: ۲۰، رقم: ۳۲۴۹
۹۔ رویانی، المسند، ۲: ۳۸۰، رقم: ۱۳۵۵
۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۶۸، رقم: ۵۸۷۰

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

دوجہاں ﷺ کی تلاش میں نکل پڑا اور گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے اُس پتھریلے راستے کی طرف جانکلا جدھر آپ ﷺ اپنے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جارہے تھے۔ گھوڑے کے قدموں کی چاپ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو اُن کی نظر سراقہ پر پڑی اور وہ گھبرا گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! گھبراتے کیوں ہو؟ اُسے آنے دو۔ جب وہ قریب آیا تو حضور ﷺ نے پوچھا: سراقہ کس لئے آئے ہو؟ آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں سمیت پتھریلی زمین میں دھنس گیا۔ وہ چیخ اُٹھا: میں غریب آدمی ہوں، اس لئے لالچ میں آ گیا تھا، مجھے معاف کر دیں، میں آپ صلی اللہ علیك و سلم کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ اِس پر حضور ﷺ نے فرمایا: سراقہ! تم اپنے آپ کو غریب کہتے ہو، حالانکہ میں تمہارے بازوؤں میں کسریٰ ایران کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔

روایت کے الفاظ ہیں:

و لما أراد الإنصراف، قال له: كيف بک يا سراقة إذا تسورت بسواری کسریٰ۔(۱)

”اور جب وہ رُخصت ہونے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے سراقہ! اُس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔“

بعض کتب میں یہ الفاظ منقول ہیں:

كيف بک إذا لبست سواری کسریٰ۔(۲)

”تیری کیا شان ہوگی جب تو کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنے گا!“

(۱) ا۔ حلبی، اِنسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون، ۲:۲۲۱

(۲) ا۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ۲:۵۸۱

۲۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۱:۲۰۵، رقم: ۲۰۰

۳۔ عسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ۳:۴۱، رقم: ۳۱۱۷

۴۔ مناوی، فیض القدیر، ۳:۴۹۹

اس بات کو کئی سال گزر گئے حضور ﷺ کا وِصال ہو گیا اور خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلافت پر متمکن ہوئے ان کے عہدِ خلافت میں ایران فتح ہوا تو مسجد نبوی کے صحن میں مالِ غنیمت کے اَنبار لگ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مال کے ڈھیر میں کوئی چیز تلاش کرتے نظر آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا تلاش کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: شاہِ ایران کے سونے کے کنگن تلاش کر رہا ہوں اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ سفرِ ہجرت کے دوران میں میرے آقا ﷺ نے سراقہ سے فرمایا تھا کہ میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ ایران کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ آقا ﷺ کی زبانِ حق ترجماں سے نکلی ہوئی کوئی بات غلط ہو جائے۔ مفتوحہ علاقے سے جو مال آیا ہے، اس میں یہ کنگن ضرور آئے ہوں گے۔ آپ یہ ذکر کر رہے تھے کہ ایک صحابی نے تین سونے کے کنگن نکال کر پیش کر دیئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک کو طلب فرمایا اور اُنہیں اپنے ہاتھوں سے سونے کے وہ کنگن پہنائے، جو ازروئے شرع کسی بھی دوسرے مرد کے لئے حرام ہیں۔(۱)

اِس ضمن میں امام شافعی کا کہنا ہے:

و إنما ألبسهما سراقة لأن النبی ﷺ قال لسراقة و أنظر إلی ذراعیه: کأنی بک قد لبست سواری کسریٰ۔(۲)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو وہ دونوں (کنگن) پہنائے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سراقہ رضی اللہ عنہ کے بازو دیکھ کر فرمایا تھا: میں ان بازوؤں میں کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔''

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ بڑے فخر سے وہ طلائی کنگن زیب بازو کئے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں خرام ناز سے چلتے اور کوئی انہیں روکنے والا اس لئے نہ ہوتا کہ خود آقا ﷺ نے یہ طلائی کنگن ان کے لئے حلال فرما دیئے تھے۔ اس سے یہ بات اَظہر من الشّمس ہے کہ جو بات زبان مصطفیٰ ﷺ سے نکل گئی وہ حکم شریعت بن گئی۔

---

(۱) بیہقی، السنن الکبری، ۶: ۳۵۷، رقم: ۱۲۸۱۲

(۲) شافعی، الام، ۴: ۱۵۷

حضور ﷺ کی تشریعی حاکمیت سے متعلق خلفاء راشدین کا طرزِ عمل

حضور ﷺ کی تشریعی حاکمیت کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل کا جائزہ لینے سے یہ بات بخوبی عیاں ہوتی ہے کہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احکامِ شریعت کی تعمیل میں قرآن وسنت میں کوئی فرق نہ کرتے بلکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تو احکامِ شریعت پر عمل بھی اس نیت سے کرتے کہ وہ حکمِ رسول ﷺ یا عملِ رسول ﷺ ہے، ذیل میں اس بات کی تائید کے حوالے سے صرف دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجرِ اسود سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

لو لا رایت رسول اللہ یقبلک ما قبلتک ثم قبلہ۔(۱)

’’اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بھی نہ چومتا اس کے بعد آپ نے اس کو چوما۔‘‘

۲۔ اسی طرح کسی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ قرآن میں نمازِ سفر (قصر) کی تفصیل نہیں ملتی، آپ کیسے پڑھتے ہیں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا:

ان اللہ بعث الینا محمدا ولا نعلم شیئا انما نفعل کما رایناہ یفعل۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲:۵۷۹، رقم: ۱۵۲۰
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۹۸۱، رقم: ۲۹۴۳
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۹:۱۳۱، رقم: ۳۸۲۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۴، رقم: ۲۲۹
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۵۴، رقم: ۳۸۱

(۲) ۱۔ نسائی، السنن، ۳:۱۱۷، رقم: ۱۴۳۴
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۳۳۹، رقم: ۱۰۶۶
۳۔ امام مالک، الموطا، ۱:۱۴۵، رقم: ۳۳۴

←

"پس اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ہم کچھ نہیں جانتے ہم صرف اسی طرح کرتے ہیں جیسے حضور نبی اکرم ﷺ کو کرتے دیکھتے ہیں۔"

مذکورہ بالا روایات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی حاکمانہ حیثیت اور آپ کی سنت کو کیا مقام دیتے تھے، ذیل میں ہم صرف خلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم اور ائمہ قانون کے طرز عمل کو بیان کرتے ہیں تاکہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور ائمہ قانون کے طرز عمل سے واضح ہو جائے کہ وہ حضور ﷺ کی احادیث کو قانون سازی میں کیا اہمیت دیتے تھے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ چند معتزلیوں اور خارجیوں کے علاوہ ساری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسلامی قانون سازی میں قرآن حکیم کے بعد دوسرا ماخذ سنتِ رسول ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم ﷺ کی شان حاکمیت کے بارے میں کیا طرز عمل تھا درج ذیل عبارت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۹۴، رقم: ۹۴۸۳

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۳۰۱، رقم: ۱۴۵۱

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۴۴۴، رقم: ۳۵۷

۷۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۲۷، رقم: ۹۶۴

۸۔ نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، ۱: ۳۸۸

۹۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۵۶

۱۰۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۵: ۱۱۸

۱۱۔ ابوالحجاج المزی، تہذیب الکمال، ۳: ۳۳۷

۱۲۔ ابوالقاسم، غوامض الاسماء المبھمۃ، ۲: ۶۰۶

۱۳۔ قرطبی، تفسیر قرطبی، ۵: ۳۵۳

کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اس کے متعلق حکم رسول ﷺ معلوم کرتے

امور خلافت کی انجام دہی کے دوران کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اس کے متعلق حکم رسول ﷺ کو معلوم کرتے۔

كان ابوبكر اذ ورد عليه خصم نظر في كتاب الله تعالى فان وجد فيه ما يقضى به قضى به بينهم فان لم يجد في الكتاب نظر هل كانت من النبى فيه سنة فان علمها قضى بها و ان لم يعلم خرج فسئال المسلمين فقال اتانى كذا و كذا فنظرت في كتاب الله و في سنة رسول الله ﷺ فلم اجد في ذلك شيئا فهل تعلمون ان نبى الله ﷺ قضى في ذلك بقضاء فربما قام اليه الرهط فقالوا نعم قضى فيه بكذا و كذا فياخذ بقضاء رسول الله ﷺ۔(۱)

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی تنازعہ پیش ہوتا تو پہلے وہ کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے اگر اس میں فیصلہ پا لیتے تو فریقین کے درمیان فیصلہ کر دیتے اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے تو دیکھتے کہ کیا اس بارے میں حضور ﷺ کی کوئی سنت ہے اگر آپ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی سنت معلوم ہو جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے اور اگر سنت معلوم نہ ہو پاتی تو باہر نکل کر مسلمانوں (صحابہ) سے پوچھتے اور فرماتے کہ میرے پاس ایسا ایسا تنازعہ آیا ہے کہ میں نے کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ میں دیکھا ہے مگر مجھے اس سے متعلق کوئی حکم نہیں ملا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے تنازعہ کے بارے میں کوئی فیصلہ فرمایا ہو تو کبھی کبھی ایک گروہ کھڑا ہو جاتا اور وہ کہتا ہاں رسول اللہ ﷺ نے ایسا ایسا فیصلہ فرمایا تھا پس آپ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو نافذ فرما دیتے۔''

(۱) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۱۱۴

اور جب لوگ آپ کو حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی فیصلے سے مطلع کرتے تو آپ خوشی سے پکار اٹھتے:

الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ عن نبینا۔(۱)

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جو ہمارے نبی ﷺ کی حدیث کو محفوظ رکھتے ہیں۔''

۲۔ آپ رضی اللہ عنہ رفع اختلاف میں حضور ﷺ کے قول کو سند سمجھتے

جب حضور نبی اکرم ﷺ نے وصال فرمایا تو صحابہ میں آپ ﷺ کی تدفین سے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا اور وہ کسی فیصلے تک نہیں پہنچ پا رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ نے حدیث نبوی سے ان کے اختلاف کو رفع فرمایا۔ آپ نے فرمایا:

سمعت من رسول اللہ شیئا ما نسیتہ ما قبض اللہ نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ۔(۲)

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے اور میں ابھی تک اس کو نہیں بھولا کہ اللہ ہر نبی کی روح اس مقام پر قبض کرتا ہے جس مقام پر اللہ کا نبی دفن ہونا پسند کرتا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۱۱۴
۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۶۹، رقم: ۱۶۱
۳۔ محبّ الطبری، الریاض النضرۃ، ۲: ۱۴۲
۴۔ سیوطی، مفتاح الجنۃ، ۱: ۶۰

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، ۳: ۳۳۸، رقم: ۱۰۱۸
۲۔ زرقانی، شرح الموطہ، ۲: ۹۲

۳۔ دادی کی میراث آپ رضی اللہ عنہ نے سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں مقرر کی

ایک خاتون (دادی) میراث میں سے اپنا حصہ پوچھنے آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو جو جواب دیا وہ درج ذیل ہے:

عن قبیصة بن ذویب، انه قال: جاء ت الجدة الی ابی بکر الصدیق تسأله میراثها فقال لها ابوبکر: ما لک فی کتاب اللہ شئ وما علمت لک فی سنة رسول اللہ ﷺ شیئا فارجعی حتی اسال الناس فسال الناس فقال المغیرة بن شعبة: حضرت رسول اللہ ﷺ اعطاها السدس فقال ابوبکر هل معک غیرک؟ فقال محمد بن مسلمة الانصاری فقال مثل ما قال المغیرة فأنفذه لها ابوبکر الصدیق۔(۱)

’’قبیصہ بن ذویب سے روایت ہے کہ ایک دادی اپنا حصہ پوچھنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں تمہارے لئے کچھ نہیں ہے اور میرے علم میں کوئی ایسی رسول اللہ ﷺ کی سنت بھی نہیں۔ تم جاؤ میں لوگوں سے پوچھتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت نیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے سامنے رسول اللہ ﷺ نے چھٹا حصہ دلایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟ پس حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دادی کو حصہ دلا دیا۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور ﷺ کی شان حاکمیت کے بارے میں وہی طرز

(۱) امام مالک، الموطا، باب میراث الجدۃ: ۲۲۷

عمل اختیار کیا جو خلفیہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا تھا بطور نمونہ چند مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

اسلامی احکام میں صرف اللہ کے احکام ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام بھی ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسلامی احکام صرف اللہ کے احکام ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام بھی اس میں شامل ہیں:

۱۔ **ایھا الناس قد سنت لکم السنن فرضت لکم الفرائض و ترکتم علی الواضحة الا ان تضلو بالناس یمینا و شمالا و ضرب باحدی یدیه علی الاخری ثم قال ایاکم ان تھلکوا عن ایة الرجم ان یقول قائل لا نجد حدین فی کتاب اللہ فقد رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رجمنا والذی نفسی بیدہ لو لا ان یقول الناس زاد عمر بن الخطاب فی کتاب اللہ تعالی لکتبتھا الشیخ والشیخة فارجموھما البتتة فانا قد قرانا ھا۔(۱)**

''اے لوگو! تمہارے لئے سنت مقرر کر دی گئی ہے اور فرائض تمہارے لئے مقرر ہو گئے اور تم واضح راستے پر ڈال دیئے گئے مگر یہ کہ تم لوگوں کے ساتھ دائیں بائیں کو بہک جاؤ پھر ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر فرمایا کہ ایسا نہ ہو تم آیت رجم کو بھلا دو اور کوئی کہنے والا کہے کہ ہم اس کی حدیث اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجم کیا، ہم نے رجم کیا۔ قسم اس ذات کی جس کے

(۱) ۱۔ امام مالک، الموطا، ۲:۸۲۴

۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۲:۱۴۳

۳۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۲۳:۹۲

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳:۳۳۴

قبضے میں میری جان ہے اگر لوگوں کے کہنے کا ڈر نہ ہوتا کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کر دیا تو ضرور میں ''الشیخ والشیخۃ فارجموا ھما البتۃ' کو لکھ دیتا کیونکہ ہم نے اسے پڑھا ہے۔''

۲۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بے بنیاد قیاس و رائے کی مذمت فرمائی

جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں اپنی من مانی تاویل اور بے بنیاد قیاس و رائے سے کام لیتے ہیں آپ نے ان کی مذمت فرمائی ہے:

ایاکم و اصحاب الرائے فانھم اعداء السنن اعیتھم الاحادیث ان یحفظوھا فقالوا بالرائے فضلو واضلو۔(۱)

''لوگو! رائے اور من گھڑت قیاس آرائی کرنے والوں سے بچو اس لئے کہ یہ لوگ سنت کے دشمن ہیں۔ احادیث کے حفظ کرنے سے یہ لوگ عاجز رہ گئے ہیں اس بنا پر انہوں نے قیاس آرائی کا سہارا لیا تھا نتیجہ یہ نکلا کہ خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کر ڈالا ہے۔''

۳۔ آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآنی آیات کے اختلافات کا حل سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآنی آیات کے درمیان اختلافات کے حل کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو معیار قرار دیا اور آپ کی شان حاکمیت کو قطعی طور پر ثابت کیا ہے۔

سیاتی ناس یجادلونکم بشبھات القرآن فخذوھم بالسنن فان

---

(۱) ۱۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۱۴۶

۲۔ سیوطی، مفتاح الجنۃ، ۱: ۴۷

۳۔ بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، ۱: ۱۹۰

۴۔ آمدی، الاحکام، ۴: ۴۸

۵۔ ابن حزم، الاحکام، ۶: ۲۱۳

اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ۔(۱)

’’عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآنی آیات کے بارے میں شبہات پیدا کر کے تم سے بحث و مجادلہ کریں گے ایسے لوگوں پر حضور کی سنن کے ذریعے گرفت کرو اس لئے کہ سنن والے اللہ کی کتاب کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔‘‘

۴۔ آپ رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریعی اختیارات میں استثناء کا ملحوظ رکھنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریعی اختیارات میں استثنائی صورت کو یوں ملحوظ رکھا: کہ شرعی حکم کے مطابق سونا مرد کیلئے حرام ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

کیف بک یا سراقة اذا تسورت بسواری کسریٰ۔(۲)

’’اے سراقہ! اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔‘‘

اور بعض کتب میں یہ الفاظ منقول ہیں:

کیف بک اذا لبست سواری کسریٰ۔(۳)

’’تیری کیا شان ہوگی جب تو کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنے گا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ دارمی، السنن، ۱:۶۲، رقم:۱۱۹

۲۔ ابن حزم، الاحکام، ۲:۲۵۷

۳۔ سیوطی، مفتاح الجنۃ، ۱:۵۹

(۲) حلبی، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، ۲:۲۲۱

(۳) ۱۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ۲:۵۸۱

۲۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۱:۲۰۵، رقم: ۲۰۰

۳۔ عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، ۳:۴۱، رقم: ۳۱۱۷

۴۔ مناوی، فیض القدیر، ۳:۴۹۹

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

اس بات کو کئی سال گزر گئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کے انبار میں سے سونے کے کنگنوں کو تلاش کیا اور انہیں سراقہ کے ہاتھوں میں پہنا دیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ان کنگنوں کی بشارت دی تھی، اور اسی ضمن میں امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

و انما البسهما سراقة لان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لسراقة و انظر الی ذراعیه: کانی بک قد لبست سواری کسریٰ۔(۱)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو وہ دونوں (کنگن) پہنائے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ کے بازو دیکھ کر فرمایا تھا: میں ان بازوؤں میں کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان حاکمیت کے متعلق کیا نظریہ تھا۔ اس کا اندازہ آپ رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے لگایا جا سکتا ہے جب آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے بیعت لی۔

۱۔ **نبایعک علی سنة رسول اللہ والحلیفین من بعده۔(۲)**

''ہم آپ کے ہاتھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کے بعد دونوں خلیفہ (ابوبکر اور عمر) کے طریقے پر بیعت کرتے ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان حاکمیت کے متعلق کیا نظریہ تھا۔ آپ کے اس فیصلے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو آپ رضی اللہ عنہ نے چند مرتد افراد کے لئے صادر

---

(۱) شافعی، الام، ۴:۱۵۷

(۲) ۱۔ ابوحاتم تمیمی، الثقات، ۲:۲۴۳

۲۔ سخاوی، التحفۃ اللطیفۃ، ۲:۲۴۹

فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو جلانے کا حکم دیا لیکن جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سنایا تو آپ نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔ اس حکم کی تفصیل یہ ہے۔

فبلغ بن عباس فقال لو کنت انالم احرقهم لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تعذبوا بعذاب الله ولقتلتهم کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بدل دینه فاقتلوه۔(۱)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے اور کہا اگر آپ رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو میں انہیں جلانے کا حکم نہ دیتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا عذاب مت دو اور میں انہیں اس کی بجائے قتل کرنے کا حکم دیتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنا دین بدل لیا اس کو قتل کر دو۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۹۸، رقم: ۲۹۵۴

۲۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۵۳۷، رقم: ۶۵۲۴

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۴۲۱، رقم: ۵۶۰۶

۴۔ نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۶۲۰، رقم: ۶۲۹۵

۵۔ ترمذی، السنن، ۴: ۵۹، رقم: ۱۴۵۸

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۹۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۲۰۲

۸۔ دارقطنی، السنن، ۳: ۱۰۸، رقم: ۹۰

۹۔ دارقطنی، السنن، ۳: ۱۱۳، رقم: ۱۰۸

۱۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۴۸۵، رقم: ۳۳۱۴۳

۱۱۔ صنعانی، المصنف، ۵: ۲۱۳، رقم: ۹۴۱۳

۱۲۔ ابوالمحاسن، معتصر المختصر، ۲: ۱۴۹

۱۳۔ شیبانی، المسند، ۱: ۲۱۷، رقم: ۱۸۷۱

۱۴۔ الحمیدی، المسند، ۱: ۲۴۴، رقم: ۵۳۳

۱۵۔ تمیمی، مسند ابی یعلیٰ، ۴: ۴۱۰، رقم: ۲۵۳۳

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

اس پر حضرت علی ﷛ نے فرمایا:

صدق ابن عباس۔(۱)

''ابن عباس ﷛ نے سچ کہا۔''

خلفائے راشدین کے علاوہ دوسرے کبار صحابہ کے اقوال و آثار بھی پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن سردست مذکورہ نظائر ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی تشریعی حاکمیت سے متعلق ائمہ اربعہ کا طرز عمل

تمام ائمہ مجتہدین اپنے اصحاب کو یہ تاکید کرتے کہ جس طرح حاکمیت الٰہیہ کی وجہ سے کتاب اللہ پر عمل لازمی وضروری ہے۔ اسی طرح حاکمیت نبویہ کی وجہ سے احادیث پر عمل اور ان کی حجت لازمی وضروری ہے۔ اور جس طرح حاکمیت الٰہیہ کی مخالفت سے بچنے کی تاکید کرتے اسی طرح حاکمیت رسول کی مخالفت سے بچنے کی بھی تاکید فرماتے۔

اذا رایتم کلامنا یخالف ظاهر الکتاب والسنة فاعملوا بالکتاب والسنة واضربوا بکلامنا الحائط۔(۲)

''جب تم ہمارے کلام کو کتاب وسنت کے ظاہر کے خلاف پاؤ تو کتاب وسنت پر عمل کرو اور ہمارے کلام کو دیوار پر دے مارو۔''

امام ابو حنیفہؒ

امام ابو حنیفہ کے نزدیک سرکار دو عالم کی شان حاکمیت کا تذکرہ کئی مقامات پر ملتا ہے

۱) احکام الٰہیہ کے فہم کے لئے سنت رسول ﷺ کو ضروری قرار دیتے

چنانچہ فرماتے ہیں:

(۱) شعرانی، میزان الکبریٰ، ۱:۵۵

(۱) ترمذی، السنن، ۴:۴۹، رقم: ۱۴۵۸

ا۔ لو لا السنة ما فهم احد منا القرآن۔(۱)

اگر سنت کا وجود نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی بھی قران کا فہم حاصل نہ کرسکتا۔

ب) سنت رسول ﷺ کے مقابلے میں ذاتی رائے کو گمراہی سمجھتے

۲۔ اياكم والقول فی دين الله بالرائے و عليكم باتباع السنة فمن خرج عنها ضل۔(۲)

اللہ کے دین کے معاملہ میں رائے اور قیاس سے بچو اور سنت کی پیروی کو اپنے اوپر لازم کرلو جو سنت کے دائرے سے نکلا وہ گمراہ ہوا۔

۳۔ سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کو ہی خیر اور اس سے روگردانی کو گمراہی سمجھتے

لم تزل الناس فی صلاح مادام منهم من يطلب الحديث فاذا طلبوا العلم بلا حديث فسدوا۔(۳)

لوگ برابر خیر و صلاحیت سے ہمکنار رہوں گے جب تک کہ ان میں حدیث کے طالب موجود رہیں گے اور جب وہ حدیث کو چھوڑ کر علم طلب کریں گے تو فساد اور بگاڑ کا نشانہ بن جائیں گے۔

۴۔ اجتہاد و قیاس کے لئے ہمیشہ اقوال رسول ﷺ کو ہی معیار قرار دیتے

چنانچہ اپنا طریقہ تحقیق یوں بیان فرمایا:

اذا صح الحديث فهو مذهبی۔(۴)

(۱) شعرانی، المیزان الکبریٰ، ۱:۵۸

(۲) شعرانی، المیزان الکبریٰ، ۱:۵۸

(۳) شعرانی، المیزان الکبریٰ، ۱:۵۸

(۴) ابن عابدین، الحاشیہ، ۱:۶۳

’’جو حدیث صحت کی شرائط پر پوری اترے تو وہی میرا مذہب ہے۔‘‘

۵۔ اذا قلت قولا یخالف کتاب اللہ و حدیث الرسول فاترکوا قولی۔(۱)

جب میں کوئی ایسی بات بیان کروں جو کتاب اللہ اور حدیث رسول کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو۔

امام مالکؒ

امام مالکؒ کے نزدیک حضور ﷺ کی شان حاکمیت سے متعلق نظریہ کا تذکرہ کئی مقامات پر ملتا ہے۔

انما انا بَشَرٌ خطئ واصیب فانظروا فی رای فکل ما وافق الکتاب والسنة فخذوہ و کل مالم یوافق الکتاب والسنة فاترکوہ۔(۲)

میں بس ایک انسان ہی ہوں غلط اور صحیح دونوں قسم کے فتوے دے سکتا ہوں میرے رائے میں غور کرو اگر کتاب وسنت کے مطابق ہو تو اسے قبول کر لو ورنہ رد کر دو۔

۲۔ اجتہاد و قیاس کے نتیجے میں بننے والی آراء کے لئے ہمیشہ قول رسول ﷺ کو ہی حجت سمجھتے

لیس احد الا و یوخذ من قولہ و یترک الا النبی ﷺ۔(۳)

ہر شخص کی بات کو اختیار بھی کیا جا سکتا ہے اور چھوڑا بھی جا سکتا ہے سوائے

---

(۱) ابن عابدین، الحاشیہ، ۱:۶۳

(۲) ۱۔ ابن حزم، الاحکام، ۶:۲۲۴

۲۔ ابن حزم، الاحکام، ۶:۲۹۴

(۳) ابن عبدالبر، التمہید، ۱:۱۵۹

حضرت محمد ﷺ کے آپ ﷺ کے قول کو بہرحال اپنانا ہی پڑے گا۔

امام شافعیؒ

حضور ﷺ کی شان حاکمیت سے متعلق امام شافعیؒ کے نظریہ کا اندازہ درج ذیل اقوال سے لگایا جا سکتا ہے۔

ا۔ آپ نے بھی اجتہاد کے لئے رسول ﷺ کے قول و عمل کو سند قرار دیا

اجمع المسلمون علی ان من استبان له سنة عن رسول الله ﷺ لم یحل له ان ید عنها لقول احد۔(۱)

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی سنت سامنے آ جائے تو پھر اس بات کی گنجائش نہیں رہتی کہ اس کو کسی امتی کے قول کی بنا پر ترک کر دیا جائے۔

۲۔ امام شافعیؒ اپنے ہر اس اجتہاد کو ترک کرنے کی تاکید فرماتے جو حدیث صحیح کے خلاف ہوتا

اذا صحح الحدیث فهو مذهبی۔(۲)

''جو حدیث صحت کی شرائط پر پوری اترے تو وہی میرا مذہب ہے۔''

امام احمد بن حنبلؒ

قرآنی احکام کے موجود و محفوظ ہونے کے باوجود آپ نے اپنی زندگی احکام رسول کو جمع کرنے اور ان کی اشاعت و تبلیغ میں گزار دی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآنی احکام کے ساتھ احکام رسول کو بھی لازمی و ضروری سمجھتے تھے، ذیل میں حضور ﷺ کی شان

(۱) ابن قیم، اعلام الموقعین، ۲: ۳۶۱

(۲) شمس الحق، عون المعبود، ۲: ۳۴۴

حاکمیت کے بارے میں ان کے نظریہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قول رسول کی مخالفت ہلاکت و تباہی کا سبب ہے۔

من رد حديث رسول الله ﷺ فهو على شفا هلكة۔(۱)

یعنی جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو رد کیا وہ ہلاکت و تباہی کے کنارے پر پہنچ گیا۔

علامہ ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں

عدائمتنا من خصائصه عليه الصلوة والسلام انه يخص من شاء بما شاء كجعله شهادة خزيمة بن ثابت بشهادتين رواه البخارى وكترخيصه فى النياحية لام عطية فى آل فلان خاصة رواه مسلم...... وبالتضحية بالعناق لا بى بردة بن دينار وغيره۔(۲)

یعنی ہمارے ائمہ نے حضور ﷺ کے خصائص سے یہ شمار کیا ہے کہ آپ کو یہ اختیار تھا کہ جس کو جس حکم سے چاہیں خاص فرما دیں جیسے کہ شہادت خزیمہ دو کے قائم مقام کر دی (بخاری) ام عطیہ کو خاص جگہ نوحہ کی اجازت بخشی (مسلم) شش ماہہ بکری کے بچے کی قربانی ابو بردہ کے لئے جائز فرما دی اس کے علاوہ اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔

آپ مدارج کے باب پنجم ذکر فضائل میں بیان کرتے ہیں۔

وازاں جملہ آنست کہ آنحضرت تخصیص مے کردبہ ہر کراھر چہ مے خواست ازاحکام۔(۳)

(۱) ۱۔ابو القاسم، اعتقاد اہل السنۃ، ۳:۴۳۰، رقم: ۸۳۳

۲۔ابن ذھبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۱:۲۹۷

۳۔ابن مفلح، المقصد الارشد فی ذکر اصحاب محمد، ۱:۱۴۷، رقم: ۱۳۶

(۲) ملا علی قاری، مرقات، ۱:۵۵۰

(۳) عبدالحق، مدارج النبوت، ۱:۱۳۷

یعنی حضور ﷺ کے خصائص اور فضائل سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ جس کو جس حکم سے چاہتے خاص فرما دیتے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں

ومذهب بعضے آنست که احکام مفوض بود بوئے صلی اللّٰه علیه وسلم هرچه خواهد بر هر که خواهد حلال وحرام گرداند وبعضے گویند باجتهاد وگفت و اول اصح وا ظهر ست۔(۱)

یعنی بعض کا مذہب ہے کہ احکام حضورِ ﷺ کے سپرد ہیں جو چاہیں اور جس کے لئے چاہیں حلال اور حرام فرما دیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ استثناء اجتہاد سے فرمایا پہلا قول مذہب زیادہ صحیح اور بہت ظاہر ہے۔

خلافت الٰہیہ اور خلافت نبویہ میں فرق

قرآن مجید میں کچھ آیات ایسی ہیں جن میں انبیاء کرام کو خلیفہ بنانے کا ذکر ہے جیسے:

۱۔ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔(۲)

''اے داؤد ہم نے مقرر کیا ہے آپ کو (اپنا) نائب زمین میں پس فیصلہ کیا کرو لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ اور نہ پیروی کیا کرو ہوائے نفس کی وہ بہکا دے گی تمہیں راہ خدا سے۔''

یا اسی طرح تخلیق آدم کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) صدیق حسن بھوپالی، مسک الختام،۲۱۲

(۲) القرآن، صٓ، ۳۸: ۲۶

۲۔ وَ اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً۔(۱)

''اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔''

اور کچھ آیات ایسی بھی ہیں جس میں بنی آدم کے لیے بھی خلیفۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسے:

۳۔ وَ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَكُمۡ خَلٰٓئِفَ الۡاَرۡضِ۔(۲)

''وہی ہے جس نے تم کو زمین میں نائب بنایا''

۴۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ۔(۳)

''وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک عمل کیے کہ وہ خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں جس طرح اس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے۔''

اس سے بعض لوگوں کو مغالطہ ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ حکمرانوں کو بھی خلیفۃ اللہ کہتے ہیں کیونکہ بنو آدم کو خلیفہ کہا گیا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی آدم کو جو خلیفہ کہا گیا ہے وہ روحانی معنی اور انسانی تکریم کے حوالے سے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صفات اور کمالات کا منبع، مرقع اور مظہر بنایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

۵۔ سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ۔(۴)

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۳۰

(۲) القرآن، انعام، ۶:۱۶۵

(۳) القرآن، النور، ۲۴:۵۵

(۴) القرآن، السجدہ، ۴۱:۵۳

''ہم دکھائیں گے نہیں اپنی نشانیاں آفاق (عالم) میں اور ان کے اپنے نفسوں میں تاکہ ان پر واضح ہوجائے کہ قرآن واقعی حق ہے۔''

اپنی معرفت اور اپنے احکام کے نزول کے لیے انسان ہی کا انتخاب فرمایا ہے اور اسے اشرف المخلوقات قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

۶۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔(۱)

''بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے (عقل و شکل کے اعتبار سے) بہترین اعتدال پر۔''

اور اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

۷۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ۔(۲)

''اور بیشک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔''

اور مزید فرمایا:

۸۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔(۳)

''پھر جب میں اس کی (ظاہری) تشکیل کو کامل طور درست حالت میں لاچکوں اور اس پیکر (بشری کے باطن) میں اپنی (نورانی) روح پھونک دوں۔''

یہاں انسان کے لیے خلیفہ کا لفظ عمومی معنی میں ہے یہ شرعی اور سیاسی معنی میں نہیں ہے یہاں خلیفہ کا لفظ روحانی اور تکریمی معنی میں ہے اس لیے اس کا اہل وہی شخص ہوگا جو روحانی اعتبار سے اللہ کی صفات کا مظہر ہوگا اور جو نا اہل ہوگا وہ احسن تقویم سے اسفل السافلین میں جاگرے گا۔

---

(۱) القرآن، التین، ۹۵:۴

(۲) القرآن، الاسراء، ۱۷:۷۰

(۳) القرآن، الحجر، ۱۵:۲۹

اور جب ہم شرعی اور سیاسی معنی کی طرف آتے ہیں تو اس وقت خلیفہ اللہ سے مراد صرف اللہ کا رسول اور نبی ہوگا سو تمام انبیاء و رسل اللہ کے خلفاء ہیں۔ جیسے حضرت آدم، حضرت ابراہیم اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کو قرآن میں خلیفہ یا امام کہا گیا ہے۔

اور حضور ﷺ کی بعثت کے بعد ابد الاباد تک آپ ﷺ ہی خلیفۃ اللہ علی الاض ہیں۔ امت میں خلافت کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ خلافت علی منہاج النبوۃ ہیں مثلاً ائمہ، مجتہدین جہاد کے سپہ سالار، قضاۃ اور صالحین وغیرہ مختلف دائروں میں خلافت علی منہاج النبوۃ کے ہی سزاوار ہیں۔ اب شرعی، سیاسی، دستوری اور تشریعی معنی میں آپ ﷺ ہی خلیفۃ اللہ علی الارض ہیں اور امت میں شرعی اوصاف کے حامل جتنے حکمران اور اولی الامر ہیں ان کو خلافت نبویہ کی حیثیت حاصل ہوگی اور ان کے ہاتھوں پر خلافت نبویہ کا اجراء ہوگا۔ ذیل میں چند تصریحات پیش کی جاتی ہیں۔

مثلاً جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے یا خلیفۃ اللہ کہا تو آپ نے فرمایا:

لست خلیفۃ اللہ و لکن خلیفۃ الرسول۔(۱)

''میں اللہ کا خلیفہ نہیں ہوں بلکہ رسول کا خلیفہ ہوں''

علامہ ابن خلدون مزید فرماتے ہیں:

اما تسمیۃ الخلیفۃ فلکونہ یخلف النبی فی امتہ۔(۲)

خلیفہ کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ وہ امت میں حضور کا نائب ہوتا ہے۔

خلافت (امارت)

خلافت الٰہیہ اور خلافت نبویہ کے فرق کے بعد اب ہم ذیل میں خلافت

(۱) ابن خلدون، مقدمہ: ۱۳۴

(۲) ابن خلدون، مقدمہ: ۱۳۴

(امارت) کے تصور کو واضح کرتے ہیں چنانچہ

۱۔ علامہ ابن خلدونؒ بیان کرتے ہیں:

انہ نیابة عن صاحب الشرعیة فی حفظ الدین و سیاسة الدنیا۔(۱)

خلافت دراصل صاحب شریعت یعنی رسول مقبول کی نیابت کا ایسا منصب ہے جس کا مقصد دین کا تحفظ اور امور دنیا کو احسن طریقے سے چلانا ہے۔

۲۔ علامہ میر سید جرجانیؒ خلافت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

ھی خلافة الرسول فی اقامة الدین و حفظ حوزة الملة بحیث اتباعه علی کافة الامة۔(۲)

دین کے قائم کرنے اور ملت بیضاء کی حفاظت کرنے میں رسول اللہ کی نیابت کو خلافت کہتے ہیں اس حیثیت سے تمام امت مسلمہ پر اس کی اتباع واجب ہے۔

۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی خلافت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ھی الریاسة العامة فی التصدی و اقامة الدین باحیاء العلوم الدینیة و اقامة ارکان الاسلام و القیام بالجهاد و ما یتعلق به من ترتیب الجیوش و الفرض للمقاتلة واعطاهم من الفیٔ و القیام بالقضاء و اقامة الحدود و رفع المظالم والامر بالمعروف و النهی عن المنکر نیابة عن النبی ﷺ۔(۳)

’’خلافتِ عامہ وہ عمومی ریاست ہے جو اِقامت دین کے لئے بالفعل بحیثیت نیابتِ نبی ﷺ بذریعہ امور ذیل معرضِ وجود میں آئی ہوئی (اِن امور کے اندر) علوم دینیہ کا زندہ کرنا، ارکانِ اسلام کا قائم کرنا، جہاد اور جہاد سے

(۱) ابن خلدون، مقدمہ: ۱۳۴

(۲) جرجانی، شرح مواقف: ۲۷۹

(۳) شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء، ۲:۱

متعلق امور کا جاری کرنا جیسے لشکروں کو ترتیب دینا، مجاہدین کے حصے مقرر کرنا اور مالِ غنیمت سے ان کو حصے دینا قضاء وحدود کا قائم کرنا، مظالم کا دور کرنا اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا (داخل ہیں)۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی مذکورہ تعریف کی توضیح کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

''ہم نے خلافت کی تعریف میں جو'نیابة عن النبوہ'' کہا ہے کہ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کا نائب ہوکر ریاست عامہ کا حامل ہو اس قید سے ہم نے ''نبوت'' سے احتراز کیا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام استقلالاً ریاستِ عامہ کے حامل ہوتے ہیں نیابةً نہیں اگرچہ قرآن نے سیدنا داؤد علیہ السلام کے لئے خلیفہ (**یا داؤد انا جعلنک خلیفة فی الارض** (القرآن، ص، ۳۸:۲۶) کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن اس سے خلافتِ الٰہیہ مراد ہے خلافتِ نبوت نہیں اور ہماری بحث خلافتِ نبوت سے ہے اسی لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ مجھے اللہ کا خلیفہ نہ کہو بلکہ میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں۔(۱)

یہ خلفاء اور امراء چونکہ حضور ﷺ کے نائب ہیں اس لئے قرآن وسنت میں ان کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے بشرطیکہ یہ حضور ﷺ کی اتباع میں رہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔(۲)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ امر کی پھر کسی مسئلے میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے حتمی فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔''

---

(۱) شاہ ولی اللہ، ازالة الخفاء، ۱:۲

(۲) القرآن، النساء، ۴:۵۹

اسی طرح بے شمار احادیث بھی ہیں جن میں اطاعت امیر کی تاکید کی گئی ہے۔

۱۔ السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب و کرہ مالم یومر بمعصیة فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة۔(۱)

ہر مسلمان شخص پر حاکم کا حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے خواہ وہ خوش ہو یا ناخوش جب تک کہ اس کو گناہ کا حکم نہ دیا جائے اور جب وہ گناہ کا حکم دے تو اس کو سنے نہ اس کی اطاعت کرے۔

۲۔ علیک السمع والطاعة فی عسرک و یسرک و منشطک و مکرھک و اثرة علیک۔(۲)

''مشکل اور آسانی میں خوشی اور ناخوشی میں اور جب تم پر کسی اور کو ترجیح دی جائے (ان تمام حالات میں) تم پر امیر کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے۔''

۳۔ قال انس بن مالک عن معاذ بن جبل قال یا رسول اللہ ارایت ان کان علینا امراء لا یستنون بسنتک و لا یاخذون بامرک فما تامرنا امرھم قال رسول ای لا طاعة لمن لم یطع اللہ۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۱۲، رقم: ۶۷۲۵
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۰۹، رقم: ۱۷۰۷
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۴۰، رقم: ۲۶۲۶

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الامارة، باب وجوب طاعة الامراء: ۸۲۹، رقم: ۱۸۳۶

(۳) ۱۔ احمد، المسند، ۳: ۲۱۳، رقم: ۱۳۲۴۸
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۲۲۵
۳۔ ابویعلیٰ، المسند، ۷: ۱۰۲
۴۔ رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱: ۲۶۳
۵۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۶: ۳۱۸

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرمائیں اگر ہم پر ایسے امیر مسلط ہو جائیں جو نہ آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوں اور نہ آپ کے ارشادات کی پرواہ کرتے ہوں تو ان کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے رسول اکرم نے فرمایا جو اللہ کی اطاعت نہیں کرتا اس پر امیر کی اطاعت باقی نہیں رہتی۔''

۴۔ اسمعوا و اطیعوا و ان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسه زبیبة۔(۱)

''سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر ایک حبشی غلام کو حاکم بنا دیا جائے جس کا سر انگور کے برابر ہو۔''

۵۔ ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصی امیری فقد عصانی۔(۲)

''جس شخص نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

۶۔ یا ایها الناس علیکم بالطاعة والجماعة فانها حبل الذی امر به و ان ما تکرهون فی الجماعة خیر مما تحبون فی الفرقة۔(۳)

''اے لوگو! (امیر کی) اطاعت اور جماعت کو لازم رکھو کیونکہ یہی اللہ کی وہ رسی ہے جس کا حکم دیا گیا ہے اور تم جماعت میں جس چیز کو ناپسند کرتے ہو وہ علیحدگی کی اس چیز سے بہتر ہے جس کو تم پسند کرتے ہو۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۱۲ رقم: ۶۷۲۳
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۹۵۵، رقم: ۲۸۶۰
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۱۴، رقم: ۱۲۱۴۷

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۱۱، رقم: ۶۷۱۸
۲۔ نسائی، السنن، ۷: ۱۵۴، رقم: ۴۱۹۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۷۰، رقم: ۳۴۶۷

(۳) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۲۲۲